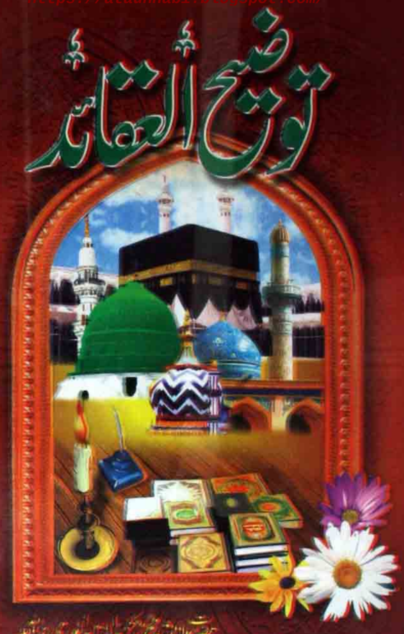
توضیح العقائد



نظامیہ کتاب گھر لاہور

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ط

توضیحُ العقائد

رکن دین حصہ اوّل

تصنیف

حضرت مولانا شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

نظامیہ کتاب گھر ○ لاہور

0301-4377868

نام کتاب .... توضیح العقائد (حصہ اول)

تصنیف .... مولانا شاہ محمد رکن الدین الوری رحمہ اللہ

تصحیح .... مولانا محمد ظفر چشتی، جامعہ غوثیہ معینیہ، پشاور

کمپوزنگ .... مولانا محمد ناصر ساقی

صفحات 192

تاریخ اشاعت.................. فروری 2008ء

ناشر .... نظامیہ کتاب گھر، لاہور

قیمت ....

ملنے کے پتے

☆..........مکتبہ رضویہ، دربار مارکیٹ لاہور ☆..........شبیر برادرز، اردو بازار لاہور

☆..........فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور ☆..........ضیاء القرآن، دربار مارکیٹ لاہور

☆..........مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ☆..........مکتبہ معینیہ غوثیہ، پشاور

☆..........مکتبہ نوریہ رضویہ، گنج بخش روڈ لاہور ☆..........مکتبہ جمال کرم، ستا ہوٹل، لاہور

فہرست

تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھۡتَدِیَ لَوۡ لَا اَنۡ ھَدَانَا اللّٰہُ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ ـ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ـ اَمَّا بَعۡدُ!

مسکین محمد رکن الدین سنی حنفی نقشبندی مسعودی الوری گذارش ہے کہ جب رسالہ رکن دین مؤلفہ فقیر فقہ کے اندر شائع ہو کر بفضلہ تعالیٰ مقبول طبائع خاص وعام ہوا تو اُسی وقت سے ہر جگہ سے یہ درخواستیں بھی آنی شروع ہو گئیں کہ ایک رسالہ مختصر اس ہی ترکیب کا عقائد کے اندر بھی ضرور لکھ دیا جائے تاکہ اس زمانہ پُر آشوب میں جو جو خرابیاں عقائد کے اندر پیدا ہو گئی ہیں اُن سے نجات حاصل ہو، لہٰذا یہ مجموعہ مختصر کتب عقائد مثل شرح مواقف وشرح عقائد نسفی وشرح فقہ اکبر لعلی القاری وتمہید شریف والمعتمد فی المعتقد وتکمیل الایمان ومسامرہ ونیز دیگر کتب تفاسیر واحادیث مثل بیضاوی ومدارک وبخاری ومسلم وابوداؤد ومکتوبات مجددی وغیرہ سے انتخاب واخذ کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قبولیت عطا فرما کر اس عاجز کے حق میں ذریعہ نجات وترقی درجات کرے۔ آمین ثم آمین

بحق النبی الامی و الہ الامجاد۔

مقدمہ

سوال......کل آدمی کتنے قسم کے ہیں۔؟

جواب......دوقسم کے، کافراور مومن۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌوَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ

یعنی وہ ایسا ہے جس نے تم کو پیدا کیا پس بعض تم میں سے کافر ہیں اور بعض مؤمن

سوال......مؤمن کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب......مومن وہ ہے کہ جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے خواہ وہ حکم ہو یا خبر اُن سب کو یقیناً حق جانے اور سچے دِل سے مانے۔

سوال......مومن کتنے قسم کے ہیں۔؟

جواب......دوقسم کے۔ مومن مطیع اور مومن عاصی، جس کو فاسق بھی کہتے ہیں۔

سوال......مومن مطیع کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب......مومن مطیع وہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ربّ کے پاس سے لائے تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے ساتھ اُس کے موافق عمل کرے۔

سوال......مومن فاسق کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب......مومن فاسق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فاسق فی العقیدہ اور دوسرا فاسق فی العمل، فاسق فی العقیدہ وہ ہے جو اہل سنت کا عقائد اجماعیہ میں مخالف ہوتا و یلی خطا کے ساتھ، یا مسائل اجماعیہ فرعیہ میں مخالف ہو۔ اس کو گمراہ اور بدعتی ناری بھی کہتے ہیں۔ جیسے خارجی۔ رافضی۔ معتزلی۔ وہابی دغیرہ وغیرہ اور فاسق فی العمل وہ ہے جو

عقائد میں ہم اہل سنت کے مخالف نہ ہو، مگر اوامر ونواہی شارع کا قصداً اخلاف کرتا ہو ،مثلاً نماز قصداً نہ پڑھے، روزے رمضان شریف کے بلا عذر نہ رکھے۔ شراب پیوے ۔داڑھی منڈائے وغیرہ وغیرہ۔ مگران کو بُرا جانے اور اپنے کو گنہگار سمجھے۔ اور اگر معاذ اللہ کسی فعل ممنوع کو اچھا جان کر کرے گا اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

سوال......اس امت کے اندر گمراہ اور بدعتی فرقے کتنے ہیں۔؟

جواب......بہتر (۷۲) ہیں، مرجیہ، جبریہ، مشبہ، نجاریہ، باقی سب ان ہی کی شاخیں ہیں جیسا کہ مواقف میں ہے، اور یہ خبر مخبر صادق ومصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی دے دی تھی۔ جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔:۔

وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ

یعنی متفرق ہوگی امت میری تہتر فرقوں پر، سب اُن کے مستحق جہنم کے ہوں گے مگر ایک مذہب والے، صحابہ نے عرض کیا کون ہے یارسول اللہ وہ ایک فرقہ؟ فرمایا: وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

سو بموجب فرمانِ نبوی وہ فرقہ کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریق پر ہے وہ اہل سنت کا ہے اور اس فرقہ کا نام ناجیہ ہے۔

سوال...... اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ ایک فرقہ تہتر واں ناجی اہل سنت کا ہی ہے کیونکہ ہر فرقہ مدعی ہے کہ ہم ہی اُس طریقہ پر ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے پس کیا کوئی اور بھی فیصلہ ہے جس سے صاف ظاہر ہو جائے کہ ناجی فرقہ اہل سنت کا ہی ہے اور اسی فرقہ کا دعویٰ ناجی ہونے کا حق ہے اور بہتر فرقے مخالف اس کے ناری اور بدعتی ہیں اور سب اپنے دعوے میں کاذب؟

جواب...... ہاں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ پانچویں پارہ والمحصنٰت میں ساتویں رکوع کے اندر فرماتا ہے:

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

یعنی اے اُمت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے۔جس کا ماحصل یہ ہوا کہ اللہ کے فضل سے اور رحمت سے تم زیادہ تو شیطان کے اتباع سے بچ گئے مگر تھوڑے تم میں سے پیرو شیطان کے ہوں گے۔

اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی ہی جماعت کے اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا۔اور بڑی جماعت سے نکلے ہوؤں کو دوزخی فرمایا۔جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

اِتَّبِعُوْا سَوَادَ الْاَعْظَمِ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

یعنی تم پیروی کرو بڑی جماعت کی،پس تحقیق جو کوئی بڑی جماعت سے نکلا وہ ڈالا گیا دوزخ میں۔

اب تو آیت قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس امت کی بڑی ہی جماعت پر اللہ کا فضل اور رحمت ہے اور بوجہ فضل اور رحمت کے یہی بڑا گروہ ناجی ہے اور مخالف اس بڑے گروہ کا بوجہ قلیل ہونے جماعت کے متبع شیطان،گمراہ اور دوزخی ہے اور وہ بڑی جماعت آج چار مذہبوں پر جمع ہے،یعنی حنفی، شافعی،مالکی،حنبلی پس جو ان چاروں سے خارج ہے وہ بموجب فرمان اللہ اور رسول کے ناری اور بدعتی ہے،چنانچہ طحطاوی نے بھی حاشیہ درمختار کے کتاب الذبائح میں فرمایا ہے:

وَهٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِی الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ هُمْ

اَلْحَنَفِيُّوْنَ وَالْمَالِكِيُّوْنَ وَالشَّافِعِيُّوْنَ وَالْحَنْبَلِيُّوْنَ وَمَنْ كَانَ خَارِجًا مِنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِيْ ذَالِكَ الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ۔
یعنی یہ گروہ ناجیہ تحقیق جمع ہوگیا آج چار مذہبوں کے اندر وہ حنفی، اور مالکی اور شافعی اور حنبلی ہیں اور جو کوئی خارج ہوا ان چار مذہبوں سے اس زمانہ کے اندر پس وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

اب دیکھو کہ زیادہ جماعت کس کی ہے تمام روئے زمین ان ہی لوگوں سے پر ہے اور ان ہی میں اولیاء اللہ غوث، قطب، ابدال وغیرہ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس فرقہ ناجیہ کا نام اہل سنت و جماعت ہوا۔ **الحمد للہ علیٰ ذالک**۔

سوال...... بعض گمراہ فرقے اپنی قلیل جماعت کی حقانیت کا استدلال اس آیت شریف سے کیا کرتے ہیں قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (تھوڑے ہیں میرے بندوں میں شکر گزار) اس کا کیا جواب ہے؟

جواب...... اول تو یہ آیت شریف داؤد علیہ السلام کی آل کے حق میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعْمَلُوْآ اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔
عمل کرواے داود کے گھر والو حق مان کر اور تھوڑے ہیں میرے بندوں سے حق ماننے والے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت داؤد اور کل انبیاء کی زیادہ امت بعد ان کی جدائی کے گمراہ ہوگئی اور تھوڑی امت ہدایت پر رہی۔ اگر اس امت کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا تو كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا خطاب صحیح نہیں رہتا۔ پس خیریت اس امت کی یہی ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ برخلاف دیگر امم سابقہ کے کیا جائے اور وہ یہ کہ اس امت کے زیادہ لوگ ہدایت پر رہیں اور تھوڑے گمراہ ہوں جیسا کہ ہم نے قرآن و حدیث سے ثابت

کر دیا۔

دوسرے تحصیل مقام شکر کہ جو خواص امت یعنی اولیاء اللہ کا حصہ ہے وہ فعل پر موقوف ہے نہ عقیدہ پر۔ عقیدہ میں تو وہ لوگ بھی جو اس مقام عالیہ کی تحصیل سے محروم ہیں انہیں لوگوں کے ہم عقیدہ ہیں۔ جنہوں نے اس مقام کو بوجہ کثرت ریاضت ومجاہدہ کے حاصل کیا پس جاننا عقیدہ ہوا اور حاصل کرنا فعل، سو جاننے میں دونوں برابر ہو کر ایک ہی فرقہ رہا۔ اسی طرح فساق اور فجار کی کثرت کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بھی فسق وفجور کو برا جانتے ہیں بدمذہب سیدھے سادھے سنیوں کو بڑی جماعت کی عدم حقانیت کے جواب میں ایسے ہی مغالطے دیا کرتے ہیں۔

سوال ...... یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چار فرقہ ہو کر ایک فرقہ اہل سنت والجماعت کا کس طرح شمار کیا جاتا ہے؟

جواب ......ایک ہونا ان چاروں کا بحیثیت اتحاد عقائد ہے اور چار ہونا بحیثیت اختلاف مسائل فرعیہ فقہیہ ہے۔ سو یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے چاروں کو الگ الگ فریق سمجھا جاوے۔ جب کہ سب کے ایک عقائد ہیں مسائل اجتہادیہ میں اپنی اپنی رائے اور احادیث کی صحت اور ضعف، اعتبار وعدم اعتبار کا فرق ہے۔ سو ایسا اختلاف صحابہ اور تابعین کے اندر بھی تھا اور یہ اختلاف فرعیہ باعث رحمت ہے جیسا کہ مشہور ہے اختلاف العلماء رحمۃ اور موجب توسیع دین متین اور ایسا اختلاف عقلاً ہونا بھی چاہیے کیونکہ ہر ایک کی [illegible] اور علم اور حفظ یکساں نہیں ہوتا ہے۔

پس عقائد میں جمہور اہل [illegible] کے ساتھ رہنا چاہیے اور جمہور اہل اسلام یہی مقلدین ائمہ اربعہ کی جماعت ہے۔ [illegible]قہ عقائد کے خلاف سے ہوتا ہے نہ اعمال کے اختلاف سے

سوال ......اس جگہ یہ بھی بتلا [illegible] غنیۃ الطالبین کے اندر جہاں فرق ضالہ کا حال

بیان کیا ہے یہ لکھا ہے کہ فرقہ مرجیہ بارہ فرقوں پر منقسم ہے منجملہ ان کے ایک فرقہ کا نام حنفیہ ہے کیا یہ حنفیہ فرقہ ہم حنفی متبع امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مراد ہے یا ہمارے غیر سے؟

جواب...... ہمارے غیر سے مراد ہے جس کو شارح مواقف نے غسانیہ کے نام سے نامزد کیا ہے اصل اس کی یہ ہے کہ مرجیہ فرقہ میں سے ایک فرقہ کا نام غسانیہ ہے جو غسان کوفی کی طرف منسوب ہے یہ شخص اپنے مذہب جدید کی باتیں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حکایت کیا کرتا تھا جن کو امام کے عقائد سے کوئی تعلق نہ تھا محض افتراء و بہتان ہوتا تھا اس میں اس کا مقصود یہ تھا کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بزرگی وشہرت میرے مذہب جدید کی ترویج کا سبب ہو جیسا کہ شرح مواقف مطبوعہ نولکشور کے ص ۷۶۰ میں تحریر ہے۔

وَغَسَّانُ كَانَ يَحْكِيْهِ اَيِ الْقَوْلُ بِمَاذَهَبَ اِلَيْهِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَيَعُدُّهُ مِنَ الْمُرْجِيَةِ وَهُوَ اِفْتِرَاءٌ عَلَيْهِ فَصَدَ بِهِ غَسَّانُ تَرْوِيْجَ مَذْهَبِهِ بِمُوَافَقَةِ رَجُلٍ كَبِيْرٍ مَشْهُوْرٍ۔

پس یہی فرقہ ضالہ ہے جس کی نسبت حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین کے اندر تحریر فرمایا ہے:

وَاَمَّاالْحَنَفِيَّةُ وَهُمْ اَصْحَابُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ ابْنِ ثَابِتٍ۔

چونکہ یہ اپنے کو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتا تھا اس لیے اس کو بھی حنفیہ کہہ دیا نہ وہ حنفیہ کہ جو حقیقتاً امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سچے متبع اور مقلدین ہیں اسی رفعِ اشتباہ کے لیے حضرت غوث الاعظم نے اس کے عقائد فاسدہ بھی لکھ دیے تا کہ یہ جھوٹا حنفی سچے حنفی سے ممتاز ہو جائے۔ اس لیے کہ وہ عقیدے جو اس کے ہیں نہ امام ابوحنیفہ کے ہیں نہ اُن کے سچے مقلدین کے اور اگر معاذ اللہ حضرت

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے سچے متبعین مقلدین اسی گروہ گمراہ کے اندر داخل ہوتے تو اسی غنیۃ الطالبین کے اندر مذاہب اربعہ اہل سنت کے اختلاف بیان کرنے کے مواقع پر جابجا امام اعظم ابوحنیفہ کے نام مبارک پر کہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کہیں رحمۃ اللہ علیہ کیوں تحریر فرماتے۔

چنانچہ غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور صدیقی پریس کے صفحہ ۵۷۵ میں تکبیرات تشریق کے اختلافی موقع پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ وَهُوَ مَذْهَبُ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اِبِىْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

غور سے اس لفظ امام الاعظم اور رضی اللہ عنہ کو دیکھنا چاہیے کہ کیا عظمت اور جلالت حضرت امام کی ظاہر فرمائی جارہی ہے۔کیا حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ گمراہ فرقہ کے امام کو ان الفاظ سے یاد فرماسکتے تھے کیا کسی اور بدعتی گمراہ فرقہ کی نسبت بھی اپنی کتاب مستطاب کے اندر اس قسم کے تعظیمی الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔؟

پس اب تو شرح مواقف اور غنیۃ الطالبین دونوں کتابوں سے آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ گمراہ فرقہ حنفیہ جو مندرجہ کتاب غنیۃ الطالبین ہے وہی تبع غسان کوفی مرجی ہے کہ جو اپنے اقوال کو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتا تھا نہ وہ فرقہ حنفی سنی کہ جو حقیقۃً متبع اور مقلد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔اس تحقیق کو خوب یاد رکھنا کہ اکثر بدمذہب غنیۃ الطالبین کا حوالہ دے کر دھوکہ دیا کرتے ہیں۔

سوال...... گناہ کتنے قسم کے ہوتے ہیں۔

جواب...... دو قسم کے۔ ۱......کبیرہ ۲......صغیرہ

سوال...... گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر وعید اور گناہ ہونا یقینی طور سے معلوم ہو۔ جیسے ناحق خون کرنا، زنا کرنا، چوری کرنا، لواطت کرنا، پارسا عورت منکوحہ کو زنا کی تہمت لگانا، گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا، جادو کرنا، مال یتیم ناحق کھانا، ماں باپ کو ناحق ستانا، حرم مکہ میں جن باتوں سے ممانعت کی گئی ہے ان کا وہاں کرنا، بیاج کھانا، شراب پینا، سور کا گوشت کھانا، جھوٹی گواہی دینا، بلاعذر شرعی گواہی چھپانا، نماز نہ پڑھنا، رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنا، زکوٰۃ نہ دینا، جھوٹی قسم کھانا، قطع رحم کرنا، تول میں گھٹانا، مسلمانوں سے ناحق لڑائی کرنا، صحابہ پر لعن طعن کرنا، رشوت لینا، حکام کے روبرو چغل خوری کرنا، امر معروف اور نہی منکر سے باوجود قدرت باز نہ رہنا، قرآن شریف کا پڑھ کر بھول جانا، کسی جاندار کو آگ میں جلانا، عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا، مرد کا عورت پر ظلم کرنا، میاں بیوی میں لڑائی کرانا، علماء اور حفاظ کی اہانت کرنا، خدا کی مغفرت سے ناامید ہونا، خدا کے عذاب سے بے خوف ہونا، ان سب کو مولانا جلال الدین دوانی نے روایات اصحاب شافعی سے نقل کیا ہے۔ بعض علماء نے ان پر اور زیادہ کیا ہے، ضابطہ وہی ہے جو اوپر لکھ آئے ہیں یعنی جس پر وعید شرع سے یقینی ثابت ہو۔

(تکمیل الایمان)

سوال......گناہ صغیرہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......گناہ صغیرہ وہ ہے جو ایسا نہ ہو صغیرہ کا کر نا بار بار اس قدر نہیں ہے کس واسطے کہ اس سے بچنا دشوار ہے۔ مختار مذہب پر تقویٰ میں کچھ معتبر نہیں اگر اصرار نہ ہو ورنہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

(تکمیل الایمان)

سوال......اعمال، ایمان کے اندر داخل ہیں یا نہیں؟

جواب......اصل ایمان میں تو داخل نہیں، البتہ کمال ایمان کی شرط ضرور ہیں مؤمن گناہ کے سبب اصل ایمان سے خارج نہیں ہوتا جیسا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

سے ثابت ہے جو بخاری اور مسلم میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی بندہ کہ اس نے کہا لا الہ الا اللہ پھر مر گیا اسی پر مگر داخل ہوتا ہے جنت میں۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر چہ زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، آپ نے فرمایا۔ اگر چہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، پھر ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے کہا اگر چہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، آپ نے فرمایا۔ اگر چہ زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ پھر ابوذر نے تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی کہا تو آپ نے فرمایا:

وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ۔

یعنی اگر چہ زنا کیا ہو اور چوری کی ہو اور پر ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے۔

ہاں کمال ایمان سے ضرور خارج ہو جاتا ہے اہل سنت میں سے جس کسی نے اعمال کو داخل ایمان کیا ہے ان کی مراد بھی کمال ایمان ہے۔ نہ اصل ایمان، البتہ فرقہ خارجیہ کے نزدیک اعمال اصل ایمان میں داخل ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک گناہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے، اور فرقہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کرنے سے مؤمن رہتا ہے نہ کافر، اور یہ اول مسئلہ ہے کہ جو اسلام میں برخلاف اجماع مسلمانوں کے نیا پیدا ہوا۔

(شرح عقائد نسفی)

سوال......ایمان بڑھتا اور گھٹتا بھی ہے یا نہیں؟

جواب ......اصل ایمان کہ جو تصدیق قلبی ہے وہ تو بڑھے نہ گھٹے۔ کیونکہ تصدیق عبارت ہے علم الیقین سے اس میں زیادتی اور کمی کی گنجائش نہیں اگر وہ زیادتی اور کمی کو قبول کرے تو وہ شک ہے اور شک کفر ہے ہاں کمال ایمان کہ جو صفت اور کیفیت ہے وہ ضرور بڑھتی اور گھٹتی ہے پس اس میں جو اختلاف ہے وہ باعتبار کیفیت کے ہے نہ کمیت کے۔

سوال......ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟

جواب......تصدیق قلبی اور حال باطن کا نام ایمان ہے اور قبول احکام اور انقیاد ظاہر کا نام اسلام ہے۔ مگر شرع میں ایمان اور اسلام میں مغائرت نہیں جو مؤمن ہے وہ مسلمان ہے اور جو مسلمان ہے وہ مؤمن ہے۔

(شرح عقائد نسفی)

سوال......تصدیق اور معرفت میں کیا فرق ہے؟

جواب......تصدیق کے لیے دل کا قصد اور کسب اور تحصیل شرط ہے اور معرفت کے لیے نہیں یعنی اگر کوئی مصدق صدق کو اپنے اختیار سے مخبر کی طرف منسوب کردے تو اس کا نام تصدیق ہے اور اگر یہ بات خود بخود دل میں آجائے کہ یہ مخبر صادق ہے اور ارادہ اور اختیار کو کام میں نہ لاوے تو یہ معرفت ہے پس معرفت ایمان کے اندر معتبر نہیں۔ کیونکہ معرفت تو کفار کو بھی حاصل تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (کافر اس کو یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

سوال......اقرار لسانی یعنی ایمان کا زبان سے اقرار کرنا کیسا ہے؟

جواب......شرط ہے واسطے اجرائے احکام دنیوی کے۔

سوال......احکام دنیوی سے کیا مراد ہے۔؟

جواب......نکاح، قبول شہادت، صحت قضا۔ تغسیل، تکفین، تدفین، نماز جنازہ اور حفاظت جان اور مال کی۔

سوال......اگر ساری عمر اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھے اور یہ بھی دل میں رکھے کہ بروقت مطالبہ اس ایمان مخفی کا اقرار نہیں کروں گا تو آیا یہ بھی مؤمن ہے یا نہیں؟

جواب......یہ شخص مؤمن نہیں کیونکہ اس نے اپنی نیت میں اقرار لسانی سے انکار کر

رکھا ہے مؤمن کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اپنے دل میں یہ بات بھی رکھے کہ جب کوئی اس سے مطالبہ کرے تو وہ ایمان کا اقرار کرے اگر بروقت مطالبہ ساکت اور خاموش رہا تو باتفاق علماء ماتریدی واشعری یہ خاموشی کفر عنادی ہے۔

(مسامرہ ص ۱۳۹)

سوال......کافر کس کو کہتے ہیں؟

جواب......کافر وہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے خواہ وہ حکم ہو یا خبر اُن سب کی یا بعض کی تکذیب کرے۔

سوال......کافر کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟

جواب......پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ا......مشرک ۲......کتابی ۳......زندیق ۴......منافق ۵......مرتد۔

سوال......مشرک کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جو کئی خدا مانے۔یعنی اس کی ذات یا صفات یا افعال میں کسی کو ویسا ہی سمجھ کر شریک کرے۔یا کسی غیر اللہ کو مستحق عبادت و پرستش جانے۔

سوال......کتابی کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جو اقرار کرے دوسرے آسمانی کتابوں کا بطریق نزول اور انکار کرے قرآن مجید کا۔

سوال......زندیق کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جو کسی دین کا بھی معتقد نہ ہو۔

سوال......منافق کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جو تمام باتیں اسلام کی ظاہر کرتا ہو اور دل میں انکار رکھتا ہو۔

سوال......مرتد کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... جو اسلام لانے کے بعد اسلام سے پھر جاوے۔ عام ہے اس سے کہ کلیۃً اسلام سے بیزاری ظاہر کرے یا ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا معتقد نہ رہے۔ یا ایسا کلام کہ جو موجب کفر ہو قصداً زبان پر جاری کرے۔

سوال...... ضروریات دین میں کیا کیا باتیں ہیں؟

جواب...... ضروریات دین میں وہ باتیں داخل ہیں جن کا لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے پاس سے ہر مسلمان خاص وعام پر روشن وہویدا ہو۔ جیسے خدا کا ایک ہونا، خدا کا تمام عیبوں سے پاک ہونا، قرآن شریف اور دیگر کتب آسمانی کا کلام الٰہی ہونا، تمام نبیوں کو برحق ماننا، قیامت کا آنا، جنت ودوزخ کا ہونا، معجزوں کا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہونا، نہ یہ کہ معاذ اللہ کوئی دھوکہ یا شعبدہ تھا۔ ہمارے نبی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین وافضل المرسلین ہونا، قرآن مجید کا بعینہٖ اسی طرح محفوظ ہونا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عطا فرمایا، اس کے کسی کلمہ یا کسی حرف میں کمی بیشی، تغیر وتبدل کا محال ہونا، ہر نبی کا غیر انبیاء سے افضل ہونا، اگر چہ وہ اہل بیت ہوں یا صحابہ یا اولیاء محرماتِ قطعی کا حرام جاننا، اور محللات قطعی کا حلال جاننا اگر ان باتوں میں سے ایک کا بھی انکار کرے یا شک کرے تو وہ کافر ہے، گو نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

سوال...... وہ کلمات جو موجب کفر ہیں کیا کیا ہیں؟

جواب...... یہ ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میں تعریف اسلام نہیں جانتا، یا اللہ تعالیٰ کو بصفات ناقصہ موصوف کرے، یا اس کے کسی نام مقدس سے یا اس کے کسی حکم سے مسخراپن کرے۔ یا اس کے وعدہ یا وعید کا انکار کرے یا کہے کہ میں اس کام کو کبھی نہیں کروں گا اگر خدا بھی مجھ کو کہے۔ یا کسی پیغمبر کی توہین کرے یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نہ کرے۔ یا کہے فلاں پیغمبر ہو تب بھی اس کی بات نہ مانوں۔ یا حضرت ابوبکر اور

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے یا گالی دے یا لعنت کرے اور اسی طرح تہمت لگانے والا حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی بوجہ انکار نص قرآن کافر ہے۔ خلافت شیخین کا منکر بھی کافر ہے بقول صحیح۔ حدیث متواتر کا منکر کافر ہے۔ نہ مشہور اور احاد کا، مگر گنہگار ضرور ہے بہ سبب ترک قبول کے، استخفاف ملائکہ وانبیاء کفر ہے۔ قران کی کسی آیت سے مسخرا پن کرے وہ کافر ہے۔ جیسے داڑھی منڈے کہہ دیا کرتے ہیں کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ کلے صاف رکھو یاصفا صفا سے مراد یہ ہے کہ گال صفا رکھو۔ ایسا کہنے والا کافر ہے۔ اگر کوئی قرآن مجید کو دف وغیرہ کیساتھ پڑھے وہ کافر ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ نماز پڑھ۔ اس نے جواب دیا کہ اس کو کون سر پر اٹھاوے یا کہا کہ لوگ ہمارے واسطے پڑھتے ہیں۔ یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کر کیا کیا، یا بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے یہ سب باتیں کفر ہیں۔

اگر بطریق استخفاف یا طنز کے کہے کہ ہم نے بہت نمازیں پڑھیں ہماری حاجت کوئی بر نہیں آئی۔ یا کہے کہ میں نے نماز کو طاق پر رکھ دیا کافر ہو گیا، اگر کسی عالم یا فقیہ کو بلاسبب گالی دے اس پر خوف کفر ہے۔ ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم دین سیکھتے ہیں داستان سیکھتے ہیں اور بادھوائی کہتے ہیں۔ یا کہے کہ علم دین فریب ہے اس کہنے سے کافر ہو جائے گا۔ اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح بیان کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں، یا بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے۔ روپیہ چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کس کام آتا ہے سو یہ بھی کفر ہے۔ ایک شخص اونچی جگہ پر بیٹھ کر بطور واعظین کے وعظ کہے اور چند لوگ اس سے مسائل پوچھیں اور اس سے ہنسی کریں وہ سب کافر ہوں گے شرع کے ساتھ استخفاف اور ہنسی کرنے سے۔ اگر کسی کا دشمن اس کے برخلاف فتوی لکھالا دے اور وہ اس فتوے کو زمین پر دے مارے کافر ہو گیا۔ مرتکب صغائر سے

کسی نے کہا کہ توبہ کروہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے، جو توبہ کروں کافر ہوگیا، شراب خوری، زنا کاری، قمار بازی کے وقت بسم اللہ کہنے سے کافر ہوجاتا ہے۔ اذکار الٰہی اور اذان وغیرہ سے مسخراپن کفر ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ گناہ مت کر کہ دوسرا جہان بھی ہے اس نے کہا کہ دوسرے جہان کو کون جانتا ہے۔ کافر ہوگیا جو کسی کو کلمہ کفر سکھادے وہ کافر ہے۔ اگر چہ بطریق لہو ولعب کے سکھاوے، اسی طرح غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تاکہ وہ اپنے زوج سے علیحدہ ہوجاوے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے اور زنار کمر میں باندھے یا قشقہ لگاوے وہ کافر ہے۔ مگر جنگ میں بطور خدع یا جاسوسی کے کفر نہیں، مشرکین کی عید میں بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوجاتا ہے۔ مشرکین کو ان کے تہواروں میں تعظیماً تحفہ دینے سے بھی کفر عائد ہوتا ہے اگر چہ انڈہ ہی ہو، تحسین امر کفار سے بالاتفاق کافر ہوجاتا ہے۔ یعنی کہے کہ یہ فعل مجوسیوں اور کافروں کا بہت اچھا ہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا، یا حیض کی حالت میں عورت کو پاس نہ رکھنا۔

شیخ ابو منصور ماتریدی فرماتے ہیں کہ جو ظالم غیر عادل بادشاہ کو عادل کہے وہ کافر ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ کافر نہیں۔ خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم، شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم، سلطان ارض اللہ، مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اس واسطے کہ بعض الفاظ کفر ومعصیت ہیں اور بعض کذب۔ مسلمان عورتیں اپنے بچوں کی چیچک نکلنے کے وقت جو بھوانی سیتلا وغیرہ پوجتی ہیں اور اس سے شفا چاہتی ہیں۔ کافر ہوجاتی ہیں۔ نکاح ان کا ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ان کے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہوجاتے ہیں اگر کوئی کہے کہ اس زمانہ میں بدوں خیانت اور دروغگوئی کے میرا گزر نہیں ہوتا۔ یا یوں کہے کہ جب تک خرید وفروخت میں جھوٹ نہ بولے گا روٹی نہیں ملے گی اس کلام سے کافر ہوجاتا ہے۔ اگر کہے کہ خدا کی قسم اور

تیرے سر کی قسم یا تیری جان کی تو اس میں اختلاف ہے اگر کہے کہ قبلہ بھی اس طرف کو ہو تو نماز ادا نہ کروں گا کافر ہو گیا اگر کہے کہ آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے دوسرے نے کہا کہ بس تو ہم جولاہے ہوئے کافر ہو گیا۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ حضرت آدم گیہوں نہ کھاتے تو ہم بدبخت نہ ہوتے کافر ہو گیا۔ اگر کوئی فاسق صلحاء سے کہے آؤ مسلمانی دیکھو اور مجلس فسق کی طرف اشارہ کرے کافر ہو گیا۔ اگر کوئی کہے جنت میں کیا رکھا ہے۔ نیلے تہمند والے ملانے پڑے ہوں گے کافر ہو گیا اگر کوئی کہے کہ اللہ میرے اوپر روزی فراخ کر ظلم مت کر ظاہر یہ ہے کہ کافر ہو گیا کہ اس نے ظلم کا اعتقاد خدا پر کیا۔

اگر کوئی کہے کہ میں خدا ہوں اور اس سے مراد یہ لے کہ خود آنے والا ہوں۔ یا یہ کہے میں پیغمبر ہوں یعنی پیغامبر ہوں تو کافر ہو گیا۔ اگر کہے کہ فلاں شخص کی گواہی ہرگز قبول نہ کروں گا اگرچہ وہ جبرائیل ہو یا میکائیل، کافر ہو گیا۔ اگر کوئی کہے خدا جانتا ہے میں نے یہ کام نہیں کیا حالانکہ وہ کام اس نے کیا ہے کافر ہو گیا۔

اور امام کرخی سے منقول ہے کہ اگر قسم کھانے والا معتقد ہے کہ ایسا کہنا کفر ہے اسی صورت میں کافر ہوگا۔ ورنہ نہیں اور حسام الدین کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ حرام مال سے صدقہ دے کر امید ثواب کی رکھنا بھی کفر ہے۔

یہ ہیں کلمات کفریہ جن کو صاحب غایۃ الاوطار نے فتاویٰ عالمگیری اور طحطاوی سے نقل کیا ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ بعد اسلام کے ان کلمات کو زبان پر جاری کرنے سے بہت بچیں اور اگر احیاناً باقتضائے بشریت نکل جایا کریں تو فوراً توبہ کر کے تجدید نکاح کر لیں ورنہ اولاد حرام کی پیدا ہو گی۔ اور ساری عبادت صوم و صلوٰۃ ضائع ہو جاوے گی۔

سوال ...... اگر کوئی ان میں سے کسی کلمہ کو بطریق ہزل وتمسخر زبان پر جاری کرے

حالانکہ وہ اس کا معتقد نہ ہو تو کیا اس صورت میں وہ مرتد ہوگا؟

جواب...... بے شک باتفاق اس صورت میں بھی وہ مرتد اور کافر ہے اس کے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں۔

(شامی)

سوال...... اگر خطا اور اکراہ سے ایسے کلمات سرزد ہوں تب بھی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب...... نہیں ہوتا۔

(درمختار)

سوال...... ایک شخص کلمہ کفر کو بخوشی بولا، مگر اس کو یہ علم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب...... اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے۔ جن علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں ان کے نزدیک کافر ہو گیا اور جن کے نزدیک جہل عذر ہے ان کے نزدیک کافر نہیں ہوا۔ جس قول فعل کے کفر ہونے میں علماء کا اختلاف ہے اس کے سبب سے بھی قائل کو احتیاطاً توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا۔

(درمختار)

سوال...... اگر کوئی کافر کو کافر نہ جانے وہ کیسا؟

جواب...... وہ بھی کافر ہے۔

(درمختار)

سوال...... کفر پر رضا کیسی؟

جواب...... یہ بھی کفر ہے۔

سوال...... بعض یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب...... اہل قبلہ سے مراد یہ ہے کہ ضروریات دین کا منکر نہ ہو۔ اگر ایک امر کا بھی ضروریات دین میں سے منکر ہوگا تو وہ اہل قبلہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ الخ

(پ۲رکوع۶)

نہیں ہے بھلائی یہ کہ پھیرو تم منہ اپنے کو طرف مشرق کے اور مغرب کے۔ ولیکن بھلائی اس کو ہے کہ جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے۔

پس یہی وجہ ہے کہ اول فتویٰ اہل قبلہ پر کفر کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ بوجہ انکار ایک امر کے جو ضروریات دین میں تھا۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر جلوہ فرما ہوئے تو بعض لوگ جو قرآن پڑھتے تھے۔ نمازیں پانچ وقتہ بھی ادا کرتے تھے روزہ بھی رکھتے تھے صرف زکوٰۃ کے منکر ہو گئے تھے جس پر حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مرتد قرار دے کر ان پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اور در مختار میں ہے:

وَاِنْ اَنْكَرَ بَعْضَ مَا عُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضُرُوْرَةً كَفَرَ بِهَا ۔

سوال..... مؤمن مطیع کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہوگا؟

جواب..... مؤمن مطیع جنت میں بلا دخول نار داخل ہوگا۔ اور اپنے رب کی رضامندی کے ساتھ بڑے بڑے درجے اور مقام حاصل کرے گا۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۔

(پ۳۰رکوع۲۳)

تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے یہ لوگ وہ ہیں جو بہتر خلق کے ہیں بدلہ ان کا ان کے پروردگار کے نزدیک بہشتیں ہیں۔ ہمیشہ رہنے والی بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اس کے اندر۔ راضی ہوا اللہ اُن سے اور راضی ہوئے وہ اس سے یہ واسطے اس کے ہے کہ ڈرتا ہے پروردگار اپنے سے۔

سوال...... بدعتی فاسق فی العقیدۃ کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہوگا؟

جواب...... اس کا ایک بار دوزخ میں جانا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کلہم فی النار۔ پھر بوجہ اصل ایمان کے دوزخ سے نجات مل جاوے گی
(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۳۸)

سوال...... فاسق فی العمل کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہوگا؟

جواب...... فاسق فی العمل اگر توبہ کر کے مرا ہے تو جنتی ہے۔ اور اگر بلا توبہ کئے مرا تو اب اس کا معاملہ مشیت پر موقوف ہے۔ خواہ بتقاضائے فضل اس کے تمام گناہ شفاعت سے یا بلا شفاعت بخش دے۔ اور اس کو جنت میں داخل کر دے۔ خواہ بتقاضائے عدل بقدر اس کے گناہ کے اس کو معذب کرے۔ بشرطیکہ فسق بوجہ استخفاف حد کفر کو نہ پہنچا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

سوال...... کافروں کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ ہوگا؟

جواب...... کافر سب قسم کے بشرطیکہ کفر پر خاتمہ ہوا ہو۔ ابدی جہنمی ہیں یہ لوگ کبھی دوزخ سے نہیں نکالے جائیں گے چنانچہ قرآن مجید ناطق ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔

تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

سوال...... جب بدعتی فاسق فی العقیدہ اور فاسق فی العمل غیر تائب دونوں دوزخ میں گئے تو اب ان میں کیا فرق ہوا؟

جواب......اول تو فرق یہ ہے کہ بدعتی فاسق فی العقیدہ کا ایک بار دوزخی ہونا ضروری ہے۔ برخلاف فاسق فی العمل کے کہ اس کا معاملہ مشیت پر موقوف ہے اور مشیت کی خبر کسی کو نہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ فاسق فی العمل یعنی گنہگار کے عذاب میں بہ نسبت فاسق فی العقیدہ یعنی بدعتی کے عذاب کے بہت کمی اور تخفیف ہوگی۔ اور قیام بھی دوزخ میں بہ نسبت بدعتی کے بہت تھوڑا ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اہل عقیدہ اگر ہزار برس زندہ رہے تب بھی اسی عقیدہ پر رہے گا۔ کیونکہ وہ تو اس کو حق جانتا ہے۔ برخلاف گنہگار کے کہ وہ خلاف حکم کرنے کے ساتھ اپنے کو نافرمان اور گنہگار بھی جانتا ہے۔ گو نفس اور شیطان کے تقاضا سے مبتلائے نافرمانی ہے۔ اب بعد مرگ عمل منقطع ہو گئے۔

اس لیے عذاب بھی جلد منقطع ہو جائے گا۔ برخلاف اہل عقیدہ کے کہ اس کا عقیدہ ساتھ رہا۔ یوں ہی عذاب بھی دیر تک زیادہ رہے گا۔ چونکہ ناحق کو حق جاننے میں اور حق کو حق جان کر اس کے خلاف کرنے میں فرق بدیہی ہے لہذا ان کی سزا میں بھی فرق ضروری ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کبھی نجات نہیں پاوے گا۔ حالانکہ کفر اس کا چندروزہ ہے۔

سوال...... جب کہ عقیدہ کی وجہ سے کافر خلود نار کا مستحق ہوا۔ تو بدعتی فاسق فی العقیدہ کو بھی عقیدہ کی وجہ سے استحقاق خلود نار کا حاصل ہونا چاہیے۔ گو بہ نسبت کافر کے عذاب میں تخفیف ہو۔ اور آپ نے بیان کیا ہے کہ بدعتی کو خلود نار نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب......اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعتی کو اصل ایمانیات کا انکار نہیں ہے۔ اور خلود نار اصل ایمانیات کے انکار کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان کا انکار کفر ہے نہ بدعت اس لیے بدعتی کو کافر نہیں کہا گیا۔ گمراہ کہا گیا۔ اور اصل ایمانیات اوپر معلوم ہو چکی۔ جو

ضروریات دین کے نام سے نامزد ہیں۔ان کا منکر البتہ کافر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔اس کو خلود نار ہے۔بدعتی اصل کے ماننے کے ساتھ تاویلی خطا میں گرفتار ہے اس لیے خلود نار نہیں اخیر میں نجات ہے۔

سوال......ملحد کس کو کہتے ہیں؟

جواب......مُلحد ایک فرقہ ہے کہ جواپنے کو اہل باطن کہہ کر صوفیہ کے گروہ میں داخل کرتا ہے اسی کو باطنیہ بھی کہتے ہیں۔

(شرح عقائد ص ۱۱۹)

سوال......اس فرقہ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب......یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اوراحادیث کے یہ معنی نہیں ہے کہ جوالفاظ کے ظاہر دلالت سے سمجھے جاتے ہیں۔بلکہ قرآن اور حدیث کواللہ اور رسول اوراولیاء اللہ کے سوااورکوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔مثلاً اقیمو الصلوٰۃ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نماز پڑھو،قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ،یا قیام اور رکوع اور قعود تو محض بے کار ہیں۔اصل اس کی مناجات ہے اللہ تعالیٰ سے حضور قلب کے ساتھ اسی طرح روزہ اس کا نام نہیں ہے کہ رمضان شریف میں اوقات معینہ کے اندر امساک کھانے اور پینے اور جماع سے کیا جاوے۔بلکہ نفس کو اس کی خواہشوں کے پورا کرنے سے روک لے اور زکوٰۃ کی اصل یہ ہے کہ مال کی محبت بالکل دل سے نکال ڈالے۔اس کی ضرورت نہیں ہے کہ چالیس درہم میں سے بعد حولان حول ایک درہم دے۔اور حج سے مراد سیر الی اللہ ہے اور مناسک سے مراد سیر فی سبیل اللہ ہے۔غرض ایسے ایسے معانی بیان کرنے سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اعمال ظاہری اور تکالیف خارجی کہ جن پر مدار شرع شریف کا ہے وہ باطل اور نامعقول ہیں۔نعوذ باللّٰہ من شر الناس

سوال......محققین صوفیاء میں سے بھی اکثر ایسے معنی بیان کرتے رہتے ہیں کہ جوظاہر

دلالت کے خلاف ہوتے ہیں پھران میں اوراس فرقہ میں کیا فرق ہے؟

جواب...... محققین صوفیہ جو حقائق اور دقائق آیات اور احادیث کے بیان فرماتے ہیں وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو مان کر پھر وہ دقائق نکالتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے۔ کیونکہ ظہر اور بطن قرآن کے لیے احادیث صحاح سے ثابت ہے۔ پس معانی ظاہرہ چھوڑ کر برخلاف سلف اور خلف کے الگ راہ چلنی الحاد ہے۔ اور اس صورت میں قرآن کا تمام مخلوق کے لیے بھیجا جانا بھی لغو ہو جائے گا۔

سوال......دینِ مسلمانی کے اصول کیا کیا ہیں؟

جواب......چار ہیں۔ اول قرآن، دوسرا حدیث، تیسرا اجماع امت، چوتھے قیاس مجتہدین علیہم الرحمۃ، یہ ہیں وہ اصول جن پر دین اور شرع کا حصر ہے۔ پس جو چیز ان چار سے ثابت نہیں وہ دین میں شمار نہیں کی جائے گی۔

سوال......قرآن اور حدیث تو اصل دین ضرور ہونی چاہئیں۔ مگر اجماع امت کیونکر اصل دین قرار پایا اس کو سمجھا دیجئے۔

جواب...... یہ اس امت مرحومہ کا خاصہ ہے کہ کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی کیونکہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۔ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۔

یعنی جو شخص مؤمنین سے علیحدہ ہو کر اور راہ چلے گا تو ہم اس کو وہی راہ چلائیں گے اور پھر دوزخ میں پھلا دیں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مؤمنین جس راہ پر ہیں وہ درست ہے اور ان کے خلاف پر چلنے والا گمراہ اور دوزخی ہے۔ حدیث میں وارد ہے:

لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَةٍ۔

یعنی ہرگز میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

پس ان دلائل اور نیز دیگر دلائل سے اجماع امت کا بھی اصل دین قرار پایا۔ جس بات پر یہ امت مرحومہ اتفاق کرلے گی وہ صحیح اور درست ہے۔ ایسا ہی اس حدیث سے ثابت ہے:

مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ۔

جس چیز کو مسلمان پسند کرلیں گے وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

سوال......اجماع کس کا معتبر ہے؟

جواب......ساری امت کا معتبر ہے جیسا کہ تمہید میں حضرت امام ابوالشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ مُعْتَبَرَةٌ بِالْاِجْمَالِ لَا بِالتَّفْصِيْلِ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً وَلَمْ يُفَصِّلْ بَيْنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَغَيْرِهِمْ وَالْاُمَّةُ اِسْمٌ عَامٌّ يَتَنَاوَلُ الْكُلَّ مِنَ الْاَوَّلِ اِلَى الْاٰخِرِ۔

اجماع امت کا معتبر بالاجمال ہے۔ نہ بالتفصیل، بسبب دلیل، قول اللہ تعالیٰ کے اور ایسے ہی ہم نے تم کو کیا بیچ کی امت تا کہ آدمیوں پر تم گواہ ہو۔ اور تمہارے اوپر رسول گواہ ہو اور نہیں تفصیل کی صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور نہ اُن کے غیر کی۔ اور امت اسم عام ہے۔ سب کو شامل ہے اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ صحابہ سے لے کر آخر امت تک جس طبقہ کے علماء اہل اسلام کسی بات پر اجماع کرلیں گے وہ معتبر ہو جائے گا۔

سوال......قیاس مجتہد مثبت احکام ہے یا مظہر۔ اور قیاس کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب......مظہر احکام ہے نہ مثبت احکام۔ اور قیاس (جو ایک حکم کو بسبب اشتراک علت دوسری جگہ ثابت کرتا ہے) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث

سے ثابت ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

اور نیز عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ کی حدیث سے ثابت ہے جو صحیحین میں ہے۔

سوال......قیاس میں مجتہد کی قید لگائی گئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب......اس کی وجہ تبحر علمی ہے کیونکہ مجتہد وہ شخص ہے کہ جس کو تمام احکام قرآن کے اور احادیث جو متعلق احکام ہیں یاد ہوں۔ عام وخاص، مطلق ومقید، مجمل ومبین، ناسخ ومنسوخ، وغیرہ احکام کو خوب جانتا ہو۔ حدیث متواتر وآحاد اور مرسل ومتصل ومنقطع وغیرہ پہچانتا ہو اور راویوں کا حال کہ فلاں ثقہ ہے اور فلاں ضعیف ہے سب اُس کو معلوم ہو صحابہ اور تابعین وتبع تابعین کے اقوال سے خواہ اجماعی ہوں خواہ اختلافی آگاہی رکھتا ہو علم قیاس جلی وخفی اور تمیز قیاس صحیح وفاسد کی اُس کو بخوبی ہو اور پھر زبان عرب باعتبار لغت ومعانی واصطلاح کے خوب جانتا ہو۔

پس ایسے شخص کا اجتہاد وقیاس مشروع فی الدین ہے نہ ہر کس وناکس کا جو لوگ بغیر حاصل کیے اِس پایہ رفیعہ کے اجتہاد کر بیٹھتے ہیں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ جیسے اس وقت کے بعض علماء نے مرغی پر قیاس کر کے دیسی کوّوں کو حلال بتلا دیا۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ سُوْءِ الْفَھْمِ ۔

سوال......بدعت کس کو کہتے ہیں؟

جواب......اس نئی چیز کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلی ہو آپ کے دین میں۔ پھر اُس کی دو قسم ہیں ایک بدعت ضلالت جس کو بدعت سیۂ کہتے ہیں اور دوسری بدعت محمودہ۔ جس کو حسنہ کہتے ہیں۔

سوال......بدعت ضلالت کس کو کہتے ہیں؟

جواب......بدعت ضلالت وہ ہے جو کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہو۔ جیسا کہ

صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

جس کسی نے ایسی نئی بات نکالی ہمارے اس دین میں کہ جو دین میں نہیں ہے۔ پس وہ مردود ہے۔

عینی نے ''مَالَیْسَ مِنْهُ'' کی شرح میں یہ لکھا ہے:

فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ اِحْدَاثَ مَالَا یَتَنَازَعُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ لَیْسَ بِمَذْمُوْمٍ۔

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسی نئی بات کا نکالنا کہ جو کتاب اور سنت کے خلاف نہ ہو مذموم نہ ہوگی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات کے اندر مالیس منہ کے شرح میں یہ لکھا ہے کہ مراد چیزے است کہ مغیر دین باشد (مراد اس چیز سے ہے کہ بدلنے والی دین کی ہووے)

ترجمہ اردو مشکوٰۃ شریف میں نواب قطب الدین صاحب نے یہ لکھا ہے کہ لفظ مالیس منہ میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اُس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنت کے نہ ہو بری نہیں۔

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا اَحْدَثَ وَخَالَفَ کِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا فَهُوَ الْبِدْعَةُ الضَّلَالَةُ وَمَا اَحْدَثَ مِنَ الْخَیْرِ وَلَمْ یُخَالِفْ مِنْ ذَالِكَ فَهُوَ الْبِدْعَةُ الْمَحْمُوْدَةُ۔

جو چیز نئی پیدا ہوئی اور مخالف ہوئی کتاب اور سنت اور اجماع اور اثر کے پس وہ بدعت ضلالت ہے اور جو چیز نئی پیدا ہوئی خیر سے اور نہیں مخالف ہے اُن سے۔ پس وہ بدعت محمودہ ہے۔

سوال...... بعض یہ کہتے ہیں کہ بدعت وہ ہے جو بعد قرون ثلثہ کے نکلے اور جو قرون ثلثہ

کے اندر نکلے وہ سنت ہے اور دلیل میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ۔

یہ کہنا ان کا کیسا ہے؟

جواب...... یہ قول ان کا جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہے۔ جمہور علماء کا قول وہ ہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔ دوسرے جس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے اس حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ جو چیز ان زمانوں میں نکلے وہ تو سنت ہے اور جو بعد میں نکلے وہ بدعت ضلالت ہے۔ اس حدیث کے صرف یہ معنی ہیں کہ بہتر قرنوں کا میرا قرن ہے۔ پھر اُس کے بعد کا۔ الخ۔ پس اس حدیث سے تو صرف خیریت اور فضیلت اِن تین قرنوں کی ثابت ہوئی نہ احداث اور بدعت۔ اس میں کوئی بھی لفظ اس معنی پر دال نہیں۔ اور اگر یہی معنی اس حدیث کے ہیں اور اس سے یہی قاعدہ کلیہ مستنبط ہوتا ہے تو مذہب خروج اور رفض اور ارجاء وغیرہ کہ جن کا حدوث انہیں قرنون میں ہوا سنت ہونے چاہئیں۔ حالانکہ یہ سب کے نزدیک بدعت ضلالت ہیں۔ چاروں مذہبوں میں سے ایک مذہب کی تقلید کہ جو ۴۰۰ھ کے بعد نکلی اور زبان سے نیت ۵۰۰ھ کے بعد پیدا ہوئی۔ اس قاعدہ کے موافق بدعت ضلالت ہونی چاہیے۔ حالانکہ یہ سب باتیں قرون ثلثہ کے بعد نکلی ہیں۔ واجب اور مستحب ہیں۔ اسی طرح اور بہت باتیں ہیں کہ جو بعد قرون ثلثہ کے نکلیں۔ اور وہ سب مشروع ہوئیں جیسے بنائے رباطات و مدارس و تدوین کتب اصول وفقہ وغیرہ وغیرہ۔

سوال...... بدعت حسنہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... جو نئی چیز دین کے اندر مخالف کتاب اور سنت اور اجماع کے نہ ہو۔ وہ بدعت حسنہ ہے غرض بدعت کا سیہ یا حسنہ ہونا موقوف زمانہ پر نہیں ہے۔ بلکہ کتاب اور سنت اور اجماع کی مخالفت اور عدم مخالفت پر ہے۔

جونئی چیز کہ مخالف کتاب اور سنت اور اجماع کی ہو خواہ کسی زمانہ میں ہو وہ بدعت ضلالت ہے اور جونئی چیز کہ مخالف کتاب اور سنت اور اجماع کے نہ ہو خواہ کسی زمانہ میں ہو وہ بدعت حسنہ ہے۔ اسی کی تائید میں یہ حدیث شریف بھی ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ ۔

یعنی جس نے اسلام کے اندر نیک طریقہ نکالا۔ پس اس کے ساتھ عمل کیا گیا۔ پیچھے اس کے لکھا جائے گا اس شخص کے لیے مثل اجر ان لوگوں کے جنہوں نے اس پر عمل کیا اور ان کے اجروں میں سے کچھ نقصان نہ کیا جائے گا۔

اس حدیث میں بدعت حسنہ نکالنے والوں کے لیے وعدۂ ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ثواب بھی کیسا کہ جب وہ آدمی کہ جس نے بدعت حسنہ نکالی مرجائے اور اس کے بعد خلق اللہ اُس بدعت حسنہ پر عمل کرے تو بعد موت بھی ان سب کے برابر بغیر نقصان اُن کے اجر کے اُس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے شریعت نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرح طرح کے اصول اور قواعد واسطے تہذیب علم ظاہری کے ایجاد کئے اور اولیاء طریقت نے قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال بعد قرون ثلثہ واسطے تزیین اور تصفیہ قلب کے پیدا کئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔فجزاھم اللہ عنا خیرا الجزاء شامی نے بھی ردالمختار کے اندر لکھا ہے کہ یہ حدیث قواعد اسلام سے ہے۔

سوال...... اس جگہ ایک شبہ اور ہے وہ بھی رفع فرمادیجیے۔ حدیث صحیح میں یہ بھی وارد ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ ۔

کل بدعت ضلالت ہے اور کل ضلالت دوزخ۔ تو بموجب اس فرمان نبوی کے کل بدعت ضلالت ہوئی کیونکہ اس میں قید حسنہ اور سیئہ کی نہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب...... بھائی حدیثیں سب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر بعض بعض کی شرح ہیں۔ اس حدیث شریف میں جو لفظ کل ہے وہ استغراقی نہیں ہے۔ بلکہ یہ کل عام اور مخصوص البعض ہے کیونکہ جب آپ احداث کو مالیس منہ کے ساتھ مقید فرما چکے تو اب جس قدر حدیثیں بدعت کی منع میں ہوں گی وہ سب احداث مخالف شریعت کی طرف راجع ہوں گی۔ نہ احداث موافق شریعت کی طرف کیونکہ اصول کا مسئلہ ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کی طرف راجع ہوگا۔ پس اس حدیث دوسری میں کہ جو ہم نے اوپر بیان کی ہے فَھُوَ رَدٌّ حکم ہے۔ یہ اصل احداث پر راجع نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کی قید پر جو مالیس منہ ہے راجع ہوگا۔ پس دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ معنی پیدا ہوں گے کہ کل بدعت جو مخالف کتاب وسنت ہے وہ ضلالت ہے اب تو آپ بدعت ضلالہ اور بدعت حسنہ کو خوب سمجھ گئے۔ اکثر مسائل متنازعہ فیہا بین العلماء اسی مسئلہ مہتم بالشان کے سمجھنے پر موقوف ہیں۔ جس وقت یہ مسئلہ ذہن نشین ہو جائے گا۔ سارے جھگڑے کہ جو مسائل متنازعہ فیہا کے اندر پیش آتے رہتے ہیں۔ خود بخود طے ہو جاویں گے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

پہلا باب

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بیان میں

پہلی فصل

صفاتِ ثبوتیہ کے بیان میں

سوال......سارے عالم کا خالق، مربّی، مدبّر، منتظم مالک کون ہے؟

جواب......ایک اللہ پاک ہے جل جلالہ وعم نوالہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

قل ھو اللّٰہ احد کہہ دو! وہ اللہ ایک ہے (پ ۳۰ رکوع ۳)

اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۔ (پ ۶ رکوع ۳)

اللہ تو ایک ہے معبود ہے

سوال......وہ کیسا ہے؟

جواب......وہ تمام صفات ذاتیہ اور فعلیہ کا جامع ہے۔

سوال......صفات ذاتیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......صفات ذاتیہ وہ ہیں کہ جن صفات مخصوصہ کے ساتھ وہ موصوف ہے اُن کی ضد کے ساتھ وہ موصوف نہ ہو سکے۔ جیسے حیات، علم، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت، کلام، تکوین کہ ان کی ضد سے وہ موصوف نہیں ہو سکتا۔ یعنی معاذ اللہ اس کو مردہ، جاہل، عاجز، مجبور، بہرا، اندھا، گونگا، بیکار نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ یہ سب باتیں عیب اور نقصان کی ہیں اور وہ عیب اور نقصان سے پاک ہے۔ ان صفات کو امہات الصفات بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ ان صفات کا اور صفات پر رتبہ مقدم ہے۔ مثلاً اگر اس کو حیات نہ ہوگی تو خدا ہی نہ رہا، پس جب پہلے حیات ہوگی تب اور صفات پائی

جائیں گی۔

اسی طرح اور صفات کو بھی قیاس کر لینا چاہیے مگر یہ تقدم اور تاخر اعتباری ہے نہ زمانی کہ حدوث پر دال ہو۔ کیونکہ اُس کی سب صفتیں بے تفاوت ازل سے ابد تک اُس میں موجود ہیں۔

(شرح فقہ اکبر)

سوال......صفات فعلیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......صفات فعلیہ وہ ہیں کہ جن صفات سے وہ موصوف ہو اُن کی ضد سے بھی وہ موصوف ہو۔ مگر اُس کا تعلق اور اثر غیر کے ساتھ ہوگا۔ جیسے مارنا، جلانا، صحت دینا بیمار ڈالنا، غنی فقیر بنانا، وغیرہ وغیرہ، ان صفات کو اضافیہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں ان کو اور ان جیسی سب صفات فعلیہ کو صفت تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے۔ صانع عالم کے لیے اِس صفت کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ صانع عالم نہیں ہوسکتا۔

سوال......صفات ذاتیہ اور فعلیہ سب واجب اور قدیم ہیں یا صرف ذاتیہ؟

جواب......اُس کی سب صفات خواہ ذاتیہ ہوں یا فعلیہ واجب اور قدیم ہیں۔ اگر کسی صفت کو بھی اس کی ممکن یا حادث جانے گا کافر ہو جائے گا۔

سوال......حادث اور قدیم کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جو پہلے نہ ہو اور پھر کسی کے پیدا کرنے سے ہو وہ ممکن اور حادث ہے اور جو ہمیشہ سے ہو اور خود بخود ہو وہ واجب اور قدیم ہے سو سوا اس کی ذات اور صفات کے سب حادث ہیں۔ یعنی پہلے معدوم تھے پھر اس کے پیدا کرنے سے سب پیدا ہوئے اور ماسوا کا نام ہی عالم ہے۔

سوال......عالَم کے حادث ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب......عقلی تو یہ ہے کہ عالم متغیر ہے اور جو متغیر ہے وہ حادث ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم

حادث ہے اور جب عالم حادث ہوا تو اس کا پیدا کرنے والا اور تغیر دینے والا بالضرور قدیم ہوا اور نقلی یہ ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ۔ یعنی اللہ ہر شئی کا پیدا کرنے والا ہے۔

سوال ...... یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ صفات فعلیہ ازلی اور قدیم کس طرح ہیں کیونکہ وہ رازق اس وقت ہوگا جب کہ کوئی مرزوق ہوگا اس ہی پر دوسری صفات کو قیاس کر لینا چاہیے تو اس سے یا تو عالم کا قدیم ہونا لازم آیا یا صفات فعلیہ کا حادث ہونا؟

جواب ......صفات فعلیہ کا ظہور البتہ غیر پر موقوف ہے یعنی جب تک کوئی غیر نہ ہو یہ صفات ظاہر نہ ہوں گی۔ اور خود صفات کا ہونا کسی غیر پر موقوف نہیں۔ مثلاً ایک شخص کو کتابت یعنی لکھنا آتا ہے اور یہ وصف اُس کو ہمیشہ سے حاصل ہے۔ لیکن یہ وصف ظاہر کب ہوگا۔ کہ جب وہ کچھ لکھے گا۔ اور خود وصف لکھنے پر موقوف نہیں۔ اگر تمام عمر کچھ نہ لکھے تب بھی اُس کو وہ وصف حاصل رہے گا۔ اور اس کو کاتب کہیں گے۔ اسی طرح ازل میں نہ کسی مخلوق کی ہستی تھی اور نہ مرزوق کی۔ لیکن یہ سب وصف اس کو بخوبی حاصل تھے اس سے نہ تو عالم کا قدیم ہونا لازم آیا اور نہ اُس کی صفات کا حادث ہونا۔ غرض متعلقاتِ صفات حادث ہیں نہ خود صفات۔ اُس کو خوب غور سے سمجھ لو کہ اکثر اسی شبہ میں مردود ہو رہے ہیں۔

سوال ......صفات باری تعالیٰ عینِ ذات ہیں یا غیرِ ذات؟

جواب ......نہ عین ذات ہیں، نہ غیر ذات، یعنی نہ یہ اوصاف خود اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ وصف خود موصوف نہیں ہوتا ہے پس اگر کوئی یوں کہے کہ میرا معبود علم ہے یا قدرت ہے تو باطل ہے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ میرا معبود علیم یا قدیر ہے جس کی صفت علم ہے یا قدرت ہے۔ تو درست ہے پس یوں تو صفت عین ذات نہیں۔ اور غیر ذات یوں نہیں کہ اس سے منفصل نہیں۔ سو غیر کے معنی یہاں منفصل کے ہیں نہ نقیض عین کے اس معنی کے مطابق ارتفاع نقیضین بھی لازم نہیں آیا کہ جو محال ہے اور تعدّدِ اِلٰہ

کے الزام سے بھی بچ گئے معتزلوں کو اِسی شبہ نے صفات کا منکر بنادیا ہے۔
(شرح عقائد)

سوال......خدائے تعالیٰ کے کتنے نام ہیں؟
جواب......اُس کے نام بے شمار ہیں مگر ہم کو سوائے ان ناموں کے کہ جو شرع سے ثابت ہوئے ہیں اپنے قیاس سے ثابت کرنا جائز نہیں۔ مثلاً شرع سے اُس کا نام حکیم معلوم ہوا۔ اب اُس پر قیاس کر کے اِس کو طبیب کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح دوسری قوموں کے اندر جو اس کے نام توصیفی مقرر ہیں۔ اُن سے بھی اُس کو یاد کرنے میں احتیاط چاہیے کہ مبادا وہ اسماء کسی ناجائز صفت کے لحاظ سے قرار نہ دیدیئے ہوں۔ لیکن اُن اسماء کی بے تعظیمی بھی نہیں چاہیے۔
سوال......صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت اُس کی جو قدرت ہے اُس کے کیا معنی ہیں؟
جواب......قدرت کے معنی صحت فعل اور ترک کے ہیں۔ یعنی ایجاد و عدم ایجاد دونوں ممکن اور جائز۔ پس یہ صفت قدرت مصحح مقدور ہے اور صفت ارادہ مخصص اُس کی، اور صفت تکوین موجد اُس کی ہے۔ سو اس صفت قدرت کے تحت میں ممکنات داخل ہیں نہ واجبات اور ممتنعات۔
سوال......واجبات کن کو کہتے ہیں؟
جواب......واجبات وہ ہیں جن کا ہونا ضروری ہو۔ سو وہ صفات جناب باری عزاسمہ ہیں۔
سوال......ممتنعات کن کو کہتے ہیں؟
جواب......ممتنعات وہ ہیں جن کا نہ ہونا ضروری ہو۔ سو وہ نقائص اور معائب ہیں نسبت بجناب باری عزاسمہ۔ مثل معدوم کردینے اپنی ذات مقدس اور بنانے ولد اور

تلفظ کرنے کلام معیوب کذب وغیرہ کے۔

سوال......ممکنات کن کو کہتے ہیں؟

جواب......ممکنات وہ ہیں کہ جن کا ہونا اور نہ ہونا دونوں ضروری نہ ہوں۔ پس تحت قدرت ممکنات ہوئیں نہ واجبات ذاتی اور ممتنعات ذاتی۔

سوال......اس کی کیا وجہ ہے کہ واجبات ذاتی اور ممتنعات ذاتی تحت قدرت نہیں؟

جواب......اس کی وجہ یہ ہے کہ واجبات ذاتی جن سے صفات مراد ہیں وہ سب مقتضائے ذات ہیں اور ممتنعات بسبب بطلان اور قصور اپنی مفہومیت کے مقدور ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

سوال......واجب ذاتی اور ممتنع ذاتی کے سوا کیا اور کوئی واجب اور ممتنع ہے؟

جواب......ہاں ہے۔ جس کو واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کہتے ہیں۔

سوال......واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کس کو کہتے ہیں؟

جواب......جس ممکن ذاتی میں وجوب اور امتناع غیر کے سبب سے ہو وہ واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر ہے۔

سوال......واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر بھی تحت قدرت ہیں یا نہیں؟

جواب......اِن کا تحت قدرت ہونا اصح قول ہے۔ مثلاً جس ممکن کے وقوع کی خبر اللہ پاک نے دی اس کا وقوع واجب بالغیر اور عدم وقوع ممتنع بالغیر ہو گیا۔ کہ اگر خلاف واقع ہو تو خبر الٰہی میں معاذ اللہ کذب لازم آوے اور کذب محال بالذات ہے لہذا یہ شئے کہ اس کا وقوع اور عدم وقوع فی نفسہ دونوں عقلاً ممکن تھے بوجہ خبر الٰہی ایک واجب دوسرا ممتنع ہو گیا، یہ وجوب اور امتناع اس امر خارج یعنی خبر الٰہی کے سبب سے ہے۔ ورنہ وہ اپنی ذات میں اب بھی ویسا ہی ممکن اور مقدور ہے۔ جیسا کہ تھا کیونکہ امکان ذاتی بدل نہیں سکتا۔

سوال......صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت اُس کی جو کلام ہے جس سے وہ متکلم ہے کیا وہ حروف اور اصوات سے مرکب ہے؟

جواب......وہ صفت کلام جو اُس کی ذات سے قائم ہے وہ تو حروف اور آواز کی ترکیب سے پاک ہے اس کو کلام نفسی کہتے ہیں۔ اور جو حروف اور اصوات کی ترکیب سے ہم پڑھتے اور حفظ کرتے ہیں وہ کلام لفظی ہے اس کو کلام اللہ اس معنی کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ الفاظ اور عبارات خاص اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ مخلوقات کی تالیفات سے نہیں۔ انہیں اعجازی الفاظ اور عبارات کے مثل لانے کا اللہ تعالیٰ نے کفار سے مطالبہ کیا ہے پس کلام لفظی دال ہے اُس معنی مدلول پر جو کلام نفسی ہے۔

سوال......کیا یہ کلام لفظی قدیم ہے؟

جواب......یہ قدیم نہیں۔ قدیم وہ ہی معنی ہے جس سے وہ موصوف ہے۔ اسی کو کلام نفسی کہتے ہیں۔ کلام لفظی زبانوں اور مکانوں اور قوموں کے بدلنے کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اور کلام نفسی جو اس کا مدلول ہے وہ نہیں بدل سکتا۔ پس جو چیز متغیر نہیں ہو سکتی وہ اس شے سے مغائر ہوتی ہے جو متغیر ہوتی رہتی ہے اس تقریر سے کلام لفظی اور کلام نفسی کا فرق بخوبی ثابت ہو گیا۔

سوال......قرآن کیا ہے؟

جواب......قرآن کلام اللہ ہے اسی طرح دوسری کتابیں بھی جو اور انبیاء پر نازل ہوئیں وہ سب کلام اللہ ہیں۔

سوال......قرآن مجید کو کیا کہنا چاہیے؟

جواب......یہ کہنا چاہیے کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ غیر مخلوق یعنی حادث نہیں کیونکہ ہم اہل سنت باعتبار معانی اور مضامین کے اُس کو قدیم اور اس کی صفت قرار دیتے ہیں۔ زیادہ تحقیق اگر کرنا ہو تو بڑی کتابوں کو دیکھو یہاں اسی قدر کافی ہے۔

سوال......کیا اس کے کلام میں کذب ممکن ہے؟

جواب......ہرگز نہیں کیونکہ کذب عیب اور نقصان ہے اور وہ عیب اور نقصان سے پاک ہے

سوال......بعض یہ کہتے ہیں کہ کذب عیب اور نقصان اس وقت ہے جبکہ وقوع میں آئے۔ تحت قدرت ہونا عیب اور نقصان نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ۔ سے تحت قدرت ہونا ثابت ہے، یہ کیونکر ہے؟

جواب......یہ ان کا کہنا بالکل عقل اور نقل کے خلاف ہے۔ اس آیت شریف میں جو شے مذکور ہے وہ مقدور ہے۔ اور مقدور شے بوجہ ممکن ہونے اور حادث ہونے کے صفت باری تعالیٰ کس طرح ہوسکتی ہے۔ پس جو کذب تحت قدرت ہے وہ بوجہ مقدوریت صالح اتصاف جناب باری تعالیٰ ہرگز نہیں۔ نہ بطریق امکان اور نہ بطریق وقوع کذب کا وقوع میں آنا تو سب کے لیے عیب ہے لیکن اس کے لیے بطریق امکان اس عیب سے متصف ہونا بھی عیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنی شان میں اصدق کہ جو افعل التفضیل ہے استعمال فرمایا

کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہے۔ از روئے قول کے۔

تاکہ اولوالعلم جان لیں کہ اس کے کلام میں کذب کا دخل بطریق امکان بھی نہیں۔

سوال......اگر یہ کذب ممتنع بالغیر ہو تو کیا نقصان ہے۔ کیونکہ عدم وقوع میں ممتنع بالذات جس کو محال بالذات کہتے ہیں۔ اور ممتنع بالغیر جس کو محال بالغیر کہتے ہیں دونوں برابر ہیں؟

جواب......یہ نقصان ہے کہ وہ بطریق امکان اس عیب سے متہم ہوگا۔ یعنی یوں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر چہ بولے گا نہیں۔

اب فرمایئے کہ کیا ایسا کہنا اس کی شان کے شایاں ہے۔ اور اگر معاذ اللہ ایسا اتہام عقلاً جائز ہو جائے تو پھر تمام عیوب کے ساتھ اسی طرح وہ متہم ہوگا۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ وہ کھا سکتا ہے۔ مگر کھاوے گا نہیں، جماع کر سکتا ہے مگر کرے گا نہیں، اندھا بہرا وغیرہ ہو سکتا ہے مگر ہوگا نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

دوسرے یہ کیسے معلوم ہوا کہ کذب باوجود مقدور ہونے کے اس کے وقوع میں نہیں آوے گا کیونکہ عقلاً تو استحالہ رہا نہیں۔ پھر ایک جانب کی ترجیح اور تخصیص عدم وقوع کی مقدور کے اندر کیسے ہوگی۔ اور نقلاً استحالہ اسی کلام سے ہوگا کہ جس میں کذب ممکن اب وہ کون سا استحالہ ہے جس سے کذب کا عدم وقوع یقینی طور پر ثابت ہو

سوال ...... کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ صفت ارادہ استحالہ ڈالا جائے یعنی صفت ارادہ اس کذب سے متعلق نہیں ہے۔ جو وقوع میں آئے پس اس سے ممتنع بالغیر ثابت ہو گیا؟

جواب ...... بھائی اس صفت پر بھی آگاہی کا ذریعہ بجز کلام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ عقل کو تو ارادہ الٰہی کے معلوم کرنے کے اندر دخل ہی نہیں اور کلام وہی ہے کہ جس میں کذب ممکن ہے پس لامحالہ ثابت ہوا کہ کذب جناب باری عز اسمہ عقلاً و نقلاً ممتنع بالذات ہے۔

سوال ...... بے شک اب اچھی طرح سے سمجھ میں آ گیا کہ کلام نفسی کے اندر تو عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی کذب ممکن نہیں۔ مگر کلام لفظی کے اندر اگر کذب ممکن مانا جائے تو بظاہر کوئی نقص نہیں معلوم ہوتا۔ اگر یہ بھی عقیدہ درست نہیں ہے تو اس سے بھی آگاہ فرما دیجیے؟

جواب ...... یہ تو آپ نے بہت ہی تعجب خیز سوال کیا اور یہ عقیدہ تو اس سے بھی بدتر بیان کیا۔ بھائی صدق اور کذب کلام نفسی کی ہی صفت ہو کر واقع ہوتی ہے نہ مجرد کلام لفظی کی۔ کیونکہ کلام لفظی بے معنی کوئی چیز نہیں۔ وہ کلام مہمل کہلاتا ہے، کیا معاذ اللہ

خدائے پاک کے کلام کو کوئی بھی ایمان والا کسی وقت میں مہمل تصور کر سکتا ہے۔ جب کلام لفظی کے اندر کذب ممکن مانا تو کلام نفسی کے اندر پہلے مان لیا۔ یا معاذ اللہ کلام الٰہی کو بے معنی یعنی مہمل ٹھہرایا کہ جو کفر ہے۔ عزیز من کذب نام ہے عدم صدق کا اور عدم کو اس بارگاہ میں کسی طرح بھی راہ نہیں نہ امکانی طریق پر اور نہ وقوعی طریق پر۔

سوال...... اس جگہ ایک اور شبہ پیدا ہوا اس کو بھی رفع کر دیجیے۔ جب کذب محال بالذات ہے تو پھر کذب کا وجود عالم میں کیوں ہے؟

جواب...... جو کذب محال بالذات یعنی ممتنع بالذات ہے اس کا تو وجود ہی نہیں ورنہ پھر وہ محال بالذات کیسے ہو۔ اور یہ کذب جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کا ہے۔ اور جس کا وجود ہے وہ ممکن ہے اور وہ ممکن کے لیے ممکن اور مخلوق ہے نہ واجب اور خالق کے لیے

سوال...... اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی کذب ممکن ہے کیونکہ وہ بھی ممکنات میں داخل ہیں۔ حالانکہ ان کے لیے کذب محال یعنی ممتنع ہے؟

جواب...... یہ کذب ممتنع بالغیر ہوا یعنی ممکن بالذات مع امتناع الوقوع اس کذب کے امتناع وقوع کا وہ ہی کلام الٰہی سبب ہے جس میں کذب ممتنع بالذات ہے۔ ورنہ ممکن ممکن کو ممتنع کس طرح کر سکتا ہے۔ اس لیے انبیاء کو صفت صدیقیت سے متصف کیا جو اصدقیت سے کم درجہ ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا۔

اور یاد کرو تو کتاب کے اندر ابراہیم کو تحقیق وہ تھا سچا نبی۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔

اور یاد کرو کتاب کے اندر اسماعیل کو تحقیق وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا وہ رسول نبی۔

اب اس کذب کا صدور اور وقوع بہ سبب اس کلام کے کہ جس کے اندر کذب کا شائبہ بطریق امکان بھی نہیں۔ ممتنع بالغیر ہو گیا۔ اور یہی عصمت ہے باقی اور وں

کے لیے ممکن الوقوع رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا وجود عالم میں موجود ہے۔ پس جس کا وجود موجود ہے۔ وہ کذب ممکن ہے۔ اب تو آپ خوب سمجھ گئے کہ کذب کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تحت قدرت نہیں وہ کذب جناب باری تعالیٰ عزاسمہ ہے۔ اور یہ ممتنع بالذات ہے اور دوسرا وہ جو تحت قدرت تو ہے مگر صفت ارادہ اس سے متعلق نہیں جو وقوع میں آئے وہ کذب انبیاء وملائکہ کا ہے جن کی شان عصمت کی ہے یہ عصمت اسی کلام کی وجہ سے ہوئی ہے کہ جس میں کذب ممتنع بالذات ہے اسی لیے یہ کذب ممتنع بالغیر ہوا۔ تیسرا کذب وہ ہے جو تحت قدرت ہونے کے علاوہ تحت ارادہ اور تکوین بھی ہے۔ وہ انبیاء اور ملائکہ کے غیر کا کذب ہے اور یہی کذب ممکن الوقوع ہے اسی واسطے اس کا وجود عالم میں موجود ہے۔

فَافْهَمْ وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ ۔

سوال...... کیا محال ذاتی یعنی ممتنع بالذات پر قادر نہ ہونے سے وہ عاجز متصور نہ ہوگا؟

جواب...... محال ذاتی کے زیر قدرت نہ ہونے سے اس کو عاجز تصور کرنا کمال بے عقلی ہے کیونکہ محال ذاتی بہ نسبت عدم صلاحیت مقدوریت کے جب محل تعلق قدرت ہی نہیں تو قصور متعلق ہوا نہ نقصان متعلق۔ اس لیے یوں بھی نہیں کہنا چاہیے کہ وہ قدرت نہیں رکھتا یا قادر نہیں کہ خلاف ادب ہے اور انکار ہے اس شے کا کہ جو اس کے پاس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ محال بالذات تحت قدرت نہیں۔ تاکہ اس کہنے سے محال کی شیئیت کا بطلان پایا جائے نہ کہ قدرت کا نقصان۔

سوال...... بعض یہ کہتے ہیں کہ خلاف وعدہ کے اندر نقصان تو ہے اور وعید میں کرم اور لطف ہے یہ کہنا انکا کیسا ہے؟

جواب...... یہ بھی خلاف عقل ہے، کیونکہ خلاف خبر مطلقاً نقصان ہے۔ خواہ نیک ہو، خواہ بد، کذب اور خلاف کا ہونا کلام کے اندر بڑا نقصان ہے۔ اس کی صفات اور

افعال عقل انسانی سے وراء الوراء ہیں۔ پس مجملاً یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ وہ متصف ہے جمیع صفات کمالیہ سے اور منزہ ہے جمیع عیوب اور زوال سے۔ باقی حقیقت ہر صفت کی اس کے علم پر چھوڑے زیادہ قیل وقال نہ کرے اور صدق دل سے کہے

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

ایمان لایا میں ساتھ اللہ تعالیٰ کے جیسا کہ وہ ہے ساتھ ناموں اپنے کے اور ساتھ صفتوں اپنی کے اور قبول کئے میں نے تمام احکام اس کے۔ کیونکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ برتر ہے اس سے کہ جس سے اس کو سراہتے ہیں۔

سوال...... اس کی صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت علم کی جو اس کو ثابت ہے یہ بھی فرما دیجیے کہ علم اس کا حصولی ہے یا حضوری؟

جواب...... اس کا علم حضوری ہے۔ یعنی تمام عالم کا ذرہ ذرہ اس کے علم میں حاضر ہے وہ سب کو ہر وقت یکساں جانتا ہے۔ کسی اور کا علم ایسا نہیں ہے خواہ نبی ہو یا فرشتہ یا ولی۔

چنانچہ وہ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

اور اس کی سب صفات بے مثل ہیں کسی میں اس کی سی کوئی صفت بھی نہیں، نہ سننا، نہ دیکھنا، وغیرہ وغیرہ اگر مخلوق میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو اسی کی دی ہوئی ہیں پھر بھی ویسی نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. نہیں ہے اس کی مثل کوئی شے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

سوال...... جب کہ علم اس کا حضوری ہے کہ جس سے ذرہ ذرہ عالم کا اس کے علم کے سامنے حاضر ہے اور کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ اور غائب نہیں۔ تو پھر وہ عالم الغیب کیسے ہوا کیونکہ غیب کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں۔ کیا اس سے بھی کوئی چیز چھپی

ہوئی تھی۔ جس کا وہ عالم یعنی جاننے والا ہوا۔

جواب...... بھائی اس صفت سے جواس نے اپنے کوسراہا ہے وہ باعتبار ہمارے علم کے ہے یعنی جوتمہارے نزدیک غیب ہے میں اس کو بھی جانتا ہوں۔ ورنہ اس کے نزدیک تو کوئی غیب ہی نہیں۔ معاذ اللہ اگر کوئی یہ سمجھ کر اس کو عالم الغیب کہے کہ اس سے بھی کوئی چیز پوشیدہ تھی، پھر وہ اس کا جاننے والا ہوا وہ کافر ہے۔ غرض یہ سب صفات ذاتیہ ثمانیہ اس ذات پاک کے کمالات سے ہیں اور اس کی ذات سے قائم ہیں یعنی ان کا اس ذات پاک سے خالی ہونا موجب نقصان اور احتیاج کا ہے، اور نقصان اور احتیاج کو امکان لازم ہے اور اللہ تعالیٰ امکان سے بری ہے۔

سوال...... صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت جوتکوین ہے اس کے کیا معنی ہیں اور اس میں اور قدرت میں کیا فرق ہے؟

جواب...... تکوین سارے جہان کے پیدا کرنے کا نام ہے یعنی ہر ایک چیز چھوٹی بڑی جہان کی اپنے موجود ہونے کے وقت اسی صفت سے پیدا ہوئیں اور ہوں گی، قدرت اور تکوین میں فرق یہ ہے کہ قدرت کی وجہ سے حادثات میں وجود حاصل کر لینے کا امکان اور صحت پیدا ہو جاتی ہے اور تکوین کی وجہ سے حادثات کو وجود عطا ہوتا ہے۔ قدرت سے وجود حاصل نہیں ہوتا وجود کا دار و مدار تکوین پر ہے۔ جیسا کہ آیۃ شریفہ کُنْ فَیَکُوْنُ اس پر دال ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

دوسری فصل

صفات تنزیہ وسلبیہ کے بیان میں

سوال......صفات سلبیہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب......صفات سلبیہ وہ ہیں جن سے خدائے تعالیٰ کی ذات مبرا ہے جیسے جوہر کا ہونا، عرض کا ہونا، جسم کا ہونا، وغیرہ کیونکہ یہ اقسام ممکن ہیں اور وہ جنس ممکن سے نہیں (شرح عقائد)

سوال......اس کو کسی چیز میں کسی کی کسی وقت میں بھی حاجت ہے؟

جواب......وہ کسی چیز میں کسی کا کسی وقت میں محتاج نہیں کیونکہ اس کی ذات اور صفات کے سوا سب عالم میں داخل ہے۔ اور کل عالم اسی کی حاجت رکھتا ہے۔ اگر اس کو کسی بات میں کسی کی حاجت ہو تو اس کو اپنے محتاج کا محتاج ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

یعنی اے آدمیو! تو سب فقیر ہو اللہ کی طرف اور اللہ وہ ہے جو غنی اور حمید ہے۔

سوال......اس کی کوئی شکل اور صورت بھی ہے؟

جواب......نہ اس کی شکل ہے اور نہ صورت کیونکہ صورت اور شکل جسمانی چیز کے لیے ہے اور وہ جسم سے پاک ہے۔ بعض جاہل کہہ دیا کرتے ہیں کہ خدا پیر کی شکل ہے یا رسول کی۔ ایسا کہنا سراسر گمراہی ہے۔

(شرح العقائد)

سوال......کیا وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے یا کوئی چیز اس میں حلول کر سکتی ہے اور حلول کس کو کہتے ہیں؟

جواب......ایک چیز کے دوسری چیز میں سما جانے کو اور پیوست ہو جانے کو حلول کہتے ہیں جیسے کپڑے میں سیاہ یا سفید رنگ پیوست ہو جاتا ہے یا برتن میں پانی سما جاتا ہے۔ سواللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز حلول کرے تو وہ محل اور قابل ہو جائے اور یہ خاصہ ممکنات کا ہے۔ اور کسی کے ساتھ متحد بھی نہیں جیسے کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے۔

سوال......صوفیائے وجودی کا یہ کہنا کہ سب کا وجود ایک ہے اور اس سے خالق اور مخلوق کی عینیت ثابت کرتے ہیں یہ کیوں کر ہے؟

جواب......ان حضرات کی بات سمجھنا ہر ناقص العقل بد دین کا کام نہیں ہے۔ ان کی مراد وجود سے مابہ الموجودیت ہے یعنی وہ چیز کہ جس کے ساتھ موجودیت ہے وہ سب موجودات کی ایک ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ کے وجود یعنی ہستی سے موجود کا وجود یعنی ہستی ہے۔ فی نفسہٖ موجود کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ سب موجود کی ہستی ایک وجود سے ہے۔ فرمایئے اس سے عینیت کہاں ثابت ہوئی کم فہم وحدت الوجود کے لفظ سے وحدت الموجود سمجھ گئے موجودات کی کثرت سے وجود کی کثرت سمجھنا شرک ہے اور دونوں میں عینیت سمجھنا کہ جس سے احکام شریعت کا ابطال لازم آئے کفر ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ سُوْءِ الْفَهْمِ ۔

اے اللہ بچا ہم کو بری سمجھ سے۔

سوال......قرآن مجید کی بعض آیات اور بعض احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے اور اس کے منہ اور آنکھ اور ہاتھ اور پاؤں اور انگلیاں اور پنڈلیاں ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب......یہ احادیث اور آیات متشابہات کہلاتی ہیں۔ انہیں آیات اور احادیث سے جمہور مسلمانوں کے خلاف دو فرقے جدید پیدا ہو گئے ہیں ایک معتزلہ دوسرا مجسمہ،

معتزلہ فرقے نے ظاہری معنی چھوڑ کر آیات اور احادیث کی تاویل کی اور کہا کہ ید یعنی ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت ہے اور منہ سے اس کی ذات غرض سب کے مرادی معنی لیے اور مجسمہ فرقہ تنزیہی شان چھوڑ کر ظاہری ہی معنی پر ان آیات اور احادیث کو محمول کر کے اللہ تعالیٰ کو ایسا مجسم سمجھ بیٹھا۔ جیسے کوئی بادشاہ دنیا میں تخت پر بیٹھا ہے یہ دونوں فرقے گمراہ ہوئے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت ان کے یہ معنی کرتا ہے کہ یہ سب اُس کی صفات ہیں اور اس کے لیے ثابت ہیں مگر ان کی کیفیت نہیں جانتے کہ کھڑا ہونا کیسا ہے اور اس کا منہ کیسا۔ ہاں ہمارا سامنہ اور ہاتھ اور کھڑا ہونا ہرگز نہیں۔ اس معنی سے نہ تو فرقہ مجسمہ کی طرح تنزیہ کی آیتوں اور حدیثوں سے انکار ہوا اور نہ فرقہ معتزلہ کی طرح آیات و احادیث اور متشابہات کو مؤول کیا۔ دونوں قسم کی آیتوں اور حدیثوں پر کس خوبی کے ساتھ ایمان ظاہر ہو گیا کہ نہ تو معتزلہ کی طرح ظاہری معنی چھوڑے گئے اور نہ مجسمہ فرقہ کی طرح شان تنزیہی کو ہاتھ سے جانے دیا۔ ان آیات اور احادیث کی نسبت تمام صحابہ اور اہل بیت اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وَلَهٗ يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِى الْقُرْاٰنِ فَهُوَ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَلَا يُقَالُ اِنَّ يَدَهٗ قُدْرَتُهٗ اَوْ نِعْمَتُهٗ لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالُ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَّدَهٗ صِفَةٌ بِلَا كَيْفٍ اِنْتَهٰى۔

اس کے لیے ہاتھ اور منہ اور نفس ہے جیسا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا پس وہ صفات ہیں بلا کیف اور یہ بات نہ کہی جائے کہ ہاتھ سے مراد قدرت ہے یا نعمت ہے اس لیے کہ اس کے اندر اس کی صفت کا ابطال ہے اور وہ قول قدریوں اور معتزلہ کا ہے۔ ولیکن ہاتھ اس کا صفت ہے کہ جس کی کیفیت معلوم نہیں۔

سوال...... کیا افعال باری تعالیٰ کو احتیاج ہے طرف علتوں اور غرضوں اور سببوں کے؟

جواب......ہرگز نہیں اگر چہ خالی نہیں ہیں۔حکمتوں اور مصلحتوں سے جن کی تفصیل وہ ہی خوب جانتا ہے۔

سوال......اللہ تعالیٰ پر بروئے عقل کوئی چیز واجب اور لازم ہے؟

جواب......کوئی چیز اس پر بروئے عقل واجب اور لازم نہیں کیونکہ وجوب تین قسم کا ہوتا ہے۔ایک طبعی، دوسرا شرعی، تیسرا عقلی، طبعی اور شرعی اس کی نسبت تو اس لیے محال ہے کہ اگر طبعی ہوتو صدور افعال اس سے اضطراراً ہوں۔حالانکہ وہ فاعل مختار ہے، جو چاہے کرے جیسا کہ فرماتا ہے۔فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔اور اگر شرعی ہو تو اس کو محکوم ہونا پڑے۔سو یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ وہ سب پر حاکم ہے، نہ کہ اس پر کوئی حاکم ہو، اب رہا وجوب عقلی یعنی جس بات کو عقول عقلاء اس کے لیے تجویز کریں۔وہ اس پر واجب ہے یعنی اس کو اس کا کرنا اسی طرح ضروری ہے اس کو بھی اہل سنت اس فاعل مختار اور قادر جبار پر ناروا رکھتے ہیں۔معتزلہ اور خوارج اور روافض اس کو اس پر روا رکھتے ہیں اس کا ہماری طرف سے بھی جواب ہے کہ وہ محکوم عقل ہو جائے گا لہٰذا اس ذات پر عقل مخلوق کا حکم کسی طرح جائز نہیں۔اسی واسطے یوں کہا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ پر بروئے عقل ثواب اور عذاب سے کوئی شئے واجب نہیں مگر یہ سب بالتحقیق صرف موافق وعدہ صادقہ اللہ تعالیٰ کے ہیں اس کہنے سے اس کی مجبوری اور محکومی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مجبوری اور محکومی دوسرے کے سبب سے ہوتی ہے نہ اپنے اظہار صدق سے۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

دوسرا باب

فرشتوں پر ایمان لانے کے بیان میں

سوال......ملائکہ کے کیا معنی ہیں؟

جواب......ملائکہ کے معنی فرشتوں کے ہیں۔اور یہ جمع ملک کی ہے۔

سوال......فرشتے کن کو کہتے ہیں؟

جواب......فرشتے ایک قسم کی مخلوق ہیں ان کے جسم نور کے ہوتے ہیں خطا اور گناہ سے یہ مخلوق بالکل معصوم اور پاک ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآاَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَایُؤْمَرُوْنَ ۔

نہیں نافرمانی کرتے ہیں اللہ کی اس میں کہ حکم دیا ان کو اور کرتے ہیں وہ جیسا کہ حکم دیا جائے

سوال......فرشتے کھاتے اور پیتے بھی ہیں یا نہیں؟

جواب......ان کو ان باتوں کی طرف احتیاج نہیں۔ان کی غذا ذکر الٰہی ہے۔

سوال......ان کے اولاد بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب......ان کے اولاد بھی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ان کے اندر قوت شہوت نہیں ہوتی ہے اسی واسطے نہ یہ عورت ہیں نہ مرد۔

سوال......اس مخلوق کی کوئی خاص صورت ہے؟

جواب......کوئی خاص صورت نہیں کیونکہ حقیقت ان کی ارواح مجردہ ہے صورت اور بدن ان کے حق میں لباس کا حکم رکھتا ہے جس کی شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں۔ہاں قرآن شریف سے ان کے بازو ثابت ہیں اس پر ایمان رکھنا چاہیے اور حقیقت اس کی اللہ پاک کے علم کے حوالہ کرے۔(تکمیل الایمان)

سوال......ملائکہ میں سب سے افضل اور اشرف اور مقرب کون ہیں؟

جواب......چار ہیں، حضرت جبرائیل، حضرت اسرافیل، حضرت میکائیل، اور حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

سوال......ان کے بعد کن کا مرتبہ اور ان کے بعد کن کا، مسلسل بیان فرمائیے؟

جواب......ان کے بعد حاملان عرش کا مرتبہ ہے، اور ان کے بعد عرش معلیٰ کے طواف کرنے والوں کا اور ان کے بعد ملائکہ کرسی کا اور ان کے بعد ساتوں آسمانوں کے ملائکہ کا طبقہ ان کے بعد فرشتے کہ جو ابر وہوا اور رعد وبرق اور پانی لانے والے اور بادلوں کے چلانے والے، اور زمہریر پر مأمور ہیں۔ جو جنات کو بروقت صعود آسمان پر رجم کرتے ہیں، ان کے بعد وہ ملائکہ ہیں جو پہاڑوں اور دریاؤں پر مؤکل ہیں ان کے بعد وہ جو اجسام نباتیہ وحیوانیہ وانسانیہ کی تدبیر میں مشغول ہیں غرض کوئی جز ،اجزائے عالم سے ایسا نہیں جس پر فرشتے مؤکل ومدبر نہ ہوں۔ اللہ پاک نے موافق اپنے ارادہ اور حکمت کے ان کو مربی، مدبر، محافظ، کل امور کونیہ کا کیا ہے۔

سوال......ملائکہ کس قدر رہوں گے؟

جواب......بے تعداد و بے شمار ہیں۔ سوائے اللہ کے ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ۔ کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر کو سوائے اس کے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ تمام مخلوق کے دس جز ہیں نو ان میں سے ملائکہ ہیں ایک باقی خلائق۔

سوال......حضرت جبرائیل، حضرت اسرافیل، حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام سے کیا کیا امور متعلق ہیں؟

جواب......ان حضرات سے بڑے بڑے امور کلی ملک اور ملکوت کے متعلق ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہوا اور جنگ اور انزال وحی منسوب ہے۔ اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے نفخ صور اور نفخ روح آدمیوں اور جانوروں کی۔ اور

تقدیر ارزاق وآجال متعلق ہے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام مینہ اور روئیدگی اور رزق پہنچانے پر مامور ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام سے قبض ارواح اور امراض اور آفات متعلق ہیں۔

سوال...... فرشتوں کے مراتب کی ترقی بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب...... ہر ایک فرشتہ کے لیے ایک مرتبہ خاص اور مقام معلوم اور جگہ معین ہے اس سے وہ تجاوز اور ترقی نہیں کرسکتا۔ جیسا قرآن شریف میں ہے۔ وَمَامِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور نہیں ہم میں سے مگر اس کے لیے ایک جگہ معلوم ہے۔

سوال...... بشر افضل ہیں یا فرشتے؟

جواب...... بشر کے رسول افضل ہیں فرشتوں کے رسولوں سے۔ اور فرشتوں کے رسول افضل ہیں عامہ بشر سے اور عامہ بشر افضل ہیں عامہ ملائکہ سے۔ (شرح عقائد نسفی)

لیکن علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ بشر کے رسول افضل ہیں فرشتوں کے رسولوں سے اور فرشتوں کے رسول افضل ہیں اولیاء بنی آدم سے اور اولیاء بنی آدم افضل ہیں اولیاء ملائکہ سے اور مؤمنین صالحین بہتر ہیں۔ عوام ملائکہ سے اور عوام ملائکہ بہتر ہیں فساق مؤمنین سے۔ (المعتمد)

سوال...... ابلیس علیہ اللعنہ فرشتوں میں سے ہے یا جنوں میں سے؟

جواب...... جنوں میں سے ہے اسی واسطے اس سے نافرمانی ظہور میں آئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ، تھا جن سے، پس نافرمانی کی اپنے رب کی حکم کی

سوال...... جن کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... جن ایک قسم کی مخلوق ہے ان کا بدن خلاصہ ہے اجزائے ناری اور ہوائی کا قرآن میں اس کو مِنْ مَّارِجٍ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ سے تعبیر فرمایا ہے اور

یہ بدن اُن کا روح ہوائی کا حکم رکھتا ہے۔ کہ جو دل میں آدمی کے پیدا ہوتی ہے فرق یہ ہے کہ روح ہوائی آدمی کی خلاصہ ہے عناصر اربعہ کا اور ان کا بدن خلاصہ ہے اجزائے ناری اور ہوائی کا، اسی سبب سے بعض آدمیوں کے بدن کے اندر تصرف کر کے گھس جاتے ہیں اور نکل آتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے اور وصف انسانیت سے خالی ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں

چوں پری غالب شود بر آدمی ...... می برد از مرد وصف مردمی

(تفسیر عزیزی)

سوال......ان کی صورتیں کیسی ہوتی ہیں؟

جواب......مختلف ہوتی ہیں۔ چونکہ اس مخلوق کی قوت وہمیہ اور خیالیہ قوت غضبیہ اور شہوتیہ پر غالب ہے لہذا ہر شکل پر متشکل ہونا ثابت ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعضے ان میں سے پر رکھتے ہیں کہ مثل باد تند ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اور بعضے سانپ اور کتوں کی شکل میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور بعضے آدمیوں کی طرح خانہ داری اور کوچ اور مقام بھی کرتے ہیں اور اکثر ان کے رہنے کی جگہ ویرانے اور جنگل اور پہاڑ ہیں۔

سوال......کیا ان کے اندر کھانا پینا اور جماع کرنا بھی متحقق ہے؟

جواب......بے شک متحقق ہے۔ (تفسیر فتح العزیز)

سوال......کیا یہ مکلف بھی ہیں؟

جواب......ہاں مکلف بھی ہیں۔

سوال......ہاروت اور ماروت کون تھے؟

جواب......دو فرشتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے علم سحر کو اس عالم میں ظاہر

کرایا اور وہ بوجہ نافرمانی کے چاہ بابل میں معذب ہیں قیامت کو نجات ہو جائے گی۔

سوال...... آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں پھر ان سے گناہ کیوں صادر ہوا کہ جس کی وجہ سے قیامت تک چاہ بابل میں معذب کیے گئے؟

جواب...... فرشتے کی عصمت معاصی سے اسی وقت تک ہے جب تک کہ اس کی پیدائش صرف ملکیت پر باقی رہے۔ اور جب اس کے اندر شہوت اور غضب کو پیدا کر دیا تو عصمت اور طہارت کہ جو اس خالص ملکیت کا تقاضا تھی وہ بھی نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ جو ان سے گناہ سرزد ہوا۔ اور معذب ہوئے۔ (شرح فقہ اکبر اعلیٰ القاری)

سوال...... اچھا بحالت عذاب پھر سحر کہ جو کفر ہے کیوں تعلیم دیتے ہیں؟

جواب...... تعلیم سحر کفر نہیں۔ اعتقاد و تاثیر سحر کفر ہے۔ سو ان کو وہ خود پہلے کہہ دیتے ہیں

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ

یعنی ہم تو آزمائش ہیں آدمیوں کے لیے تو ہم سحر سیکھ کر اس کا معتقد ہو کر کافر مت بن۔ (شرح عقائد نسفی)

سوال...... اگر کوئی فرشتوں کے وجود کا انکار کرے تو وہ کون ہے؟

جواب...... کافر ہے بہ سبب انکار اس آیہ قرآنی کے۔

كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ۔

سب ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ۔

سوال...... کیا اسی طرح جنات کے وجود کا انکار بھی باعث کفر ہے؟

جواب...... مطلق انکار بے شک کفر ہے کیونکہ ان کے وجود کے انکار سے قرآن اور حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ سورۂ جن قرآن میں موجود ہے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

تیسرا باب

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بیان میں

سوال...... کیا کتابوں کا ہونا بروئے عقل ضروری ہے؟

جواب...... بے شک ضروری ہے، کیونکہ بغیر کتب آسمانی کے برے بھلے کاموں کا علم (کہ جس سے اس کی رضا اور عدم رضا متعلق ہے) محال ہے۔

سوال...... کیا اس کے لیے عقل کافی نہیں ہے؟

جواب...... ہرگز نہیں۔ کیونکہ عقل اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، مخلوق، خالق کی مرضیات میں کس طرح دخیل ہوسکتی ہے تاوقتیکہ وہ خود نہ بتلادے کہ فلاں کام اچھا ہے۔ اس سے ہم راضی ہیں۔ اس کو کرو اور فلاں کام برا ہے اس سے ہم راضی نہیں اس کو مت کرو، اور رسولوں کی رسالت کی تصدیق بھی اسی سے متعلق ہے۔ پس کتاب اللہ کا ہونا ازروئے عقل ضروری ہوا۔ تاکہ لوگ اس کے موافق عمل کریں۔ اور اس کے رسولوں اور نبیوں کی تصدیق کریں۔

سوال...... کتاب اللہ کی کیا صفت ہونی چاہیے؟

جواب...... اس کی یہ صفت ہونی چاہیے کہ جس زبان میں وہ نازل ہو اس زبان میں اس جیسی عبارت بنانے سے کل مخلوق عاجز ہو۔ تاکہ کلام الٰہی، اور کلام انسانی میں فرق بدیہی پایا جائے۔

سوال...... اس میں کس قسم کے مضامین ہونے چاہیے؟

جواب...... توحید کا ثبوت، شرک اور کفر کا رد، بھلے برے کاموں کی اطلاع اس کے موافق کام کرنے نہ کرنے پر جزا اور سزا کا ذکر، غیب کی خبریں اصلاح نفس اور تزکیہ قلب کی ترکیب۔ سو یہ سب صفتیں اس وقت سوائے قرآن مجید کے اور کسی کتاب میں

نہیں پائی جاتیں اسی واسطے قرآن ہی کا دعوٰی حق ہونے کا وقت ظہور قرآن سے تا قیامت صحیح ہے۔اور اس کے مقابلہ میں سب کا دعوٰی باطل۔

سوال......وہ کتنی کتابیں ہیں جن پر ایمان لائے؟

جواب......ایک سو چار ہیں۔جن میں سے سو صحیفے ہیں اور چار کتابیں جن کے یہ نام ہیں۔ا......توریت ۲ زبور ۳......انجیل ۴......اور قرآن ۔
مگر مجملاً بلا تعین تعداد ایمان رکھنا چاہیے۔تا کہ کوئی کتاب بوجہ تعین عدد ایمان لانے سے خارج نہ ہو جائے۔

سوال......وہ سو صحیفے کن کن نبیوں پر نازل ہوئے؟

جواب......دس صحیفے تو حضرت آدم علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس حضرت ادریس علیہ السلام پر،اور دس حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر یوں سو ہوئے۔

(حاشیہ خیالی ص ۴۰)

سوال......اور چار کتابیں کن کن پر نازل ہوئیں؟

جواب......توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر۔انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر،قرآن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔یہ قرآن سب سے پچھلی کتاب ہے جو سب کتابوں سے افضل اور اکمل ہے۔

سوال......جب کہ کل کتابیں کلام الٰہی ہیں تو پھر قرآن کا سب سے افضل اور اکمل ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

جواب......بے شک بحیثیت کلام الٰہی سب کتابیں برابر ہیں۔مگر فصاحت و بلاغت اور جامعیت کی حیثیت سے قرآن شریف افضل واکمل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کے نزول کے زمانہ میں عرب کے اندر بڑے بڑے شاعر فصیح اور بلیغ موجود تھے کہ

جو فن سخن میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام معجز نظام کو ایسی عبارت فصیح اور بلیغ سے آراستہ کر کے نازل کیا کہ جس کے مقابلہ میں ایک آیت اس جیسی بنانے سے تمام فصحاء وبلغاء عرب باوجود عار ونگ دلانے اور اٹھانے سے عاجز آئے بلکہ قیامت تک مخالف قرآن کے لیے یہ دعویٰ قرآن کا کلام الٰہی ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے کے لیے حجت باہرہ وقاہرہ ہے اور وہ عاجز کرنے والا کھلا ہوا دعوی قرآن کے لفظوں میں اس طرح ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۔

اور اگر ہو تم شک کے اندر اس چیز میں جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تو تم اس جیسی ایک سورۃ ہی لے آؤ اور اپنے کل شاہدوں کو اللہ کے سوا پکار و اگر سچے ہو۔

پس اگر بدیہی اور روشن دلیل کے ساتھ قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے منکر وہ ہی ہوسکتا ہے جو شقی ازلی ہے اور ابدی جہنمی ہے۔

سوال...... یہ چار کتابیں کن کن زبانوں میں نازل ہوئیں؟

جواب...... توریت عبرانی میں، زبور اور انجیل سریانی میں، قرآن عربی میں۔

سوال...... توریت، زبور، انجیل، اب اصلی بھی موجود ہیں یا نہیں؟

جواب...... اصلی اب کہیں نہیں سوائے قرآن کے کہ یہ اسی صورت سے بلا کم وکاست موجود ہے جیسا کہ نازل ہوا تھا۔

سوال...... اس کی کیا وجہ ہے کہ سوائے قرآن کے اور کسی اصلی کتاب کا پتہ نہیں؟

جواب...... اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ پاک نے کر لیا ہے۔ سو بموجب وعدہ صادقہ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔ کے قرآن کے ایک حرف میں تو کجا، بلکہ ایک زیر وزبر میں بھی فرق نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔ تیرہ سو چونتیس

(۱۳۳۴ھ) سے اسی حالت پر ہے۔ جس پر کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں۔ برخلاف توریت اور انجیل کے کہ ان کے ساتھ وعدہ حفاظت کا نہیں تھا۔

سوال...... یہ توریت اور انجیل کہ اب یہود و نصاریٰ کے پاس ہیں کیسی ہیں؟

جواب...... مصنوعی ہیں کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے توریت تلاش کر کے ایک ایک جلا دی۔ حتیٰ کہ ایک نسخہ بیت المقدس میں تھا وہ بھی جلا دیا۔ بعد میں مشائخ یہود نے اپنی یاد پر کچھ قصے موسیٰ و ہارون علیہما السلام و دیگر لوگوں کے لکھ لیے اور کچھ دینی دستورات جمع کر لیے۔ اور اسی کا نام توریت رکھ لیا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے وقت ایک نسخہ انجیل کا تھا وہ بھی یہود نے جلا دیا۔ بعد ازاں حواریوں نے کچھ حال عیسیٰ علیہ السلام کا اور کچھ مضامین انجیل کے اپنی یاد پر لکھے جو اب انجیل متی۔ اور لوقا و مرقس و یوحنا کے نام سے مشہور ہے۔ پھر اس میں بھی حواریوں کے شاگردوں نے تغیر کیا۔ پھر یونانی زبان میں ترجموں کی غلط فہمیوں سے تغیر و تبدل ہوا۔ حتیٰ کہ ان ترجموں کی اصل بھی جاتی رہی، غرض اب وہ نہ اصلی توریت ہے نہ انجیل۔ اور اگر کسی جگہ اصل توریت و انجیل کا ایک دو ورق ہو بھی تو بوجہ قوی احتمال تغیر و تبدل کے وہ بھی قابل اعتماد نہیں تغیر و تبدل نص قرآن سے بھی ثابت ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (پ۵ رکوع ۷) وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ (پ۳ رکوع ۱٦)

بدلتے ہیں کلموں کو ان کی جگہوں سے۔ اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جناب رسالت مآب روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ توریت کا ورق ہاتھ میں ہے۔ آپ نے

پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ توریت کا ورق ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ غضب سے متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا کہ تم گمراہی میں اتر گئے ہو اور بے شک میں تمہارے واسطے ایسا دین روشن لایا ہوں کہ اب حضرت موسیٰ بھی جیتے ہوتے تو انہیں بھی چارہ نہ تھا۔ سوائے اطاعت میری کے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس توریت اور انجیل کو دیکھنا اور سننا بھی نہیں چاہیے اور سچ ہے کہ قرآن شریف کے بعد پھر دوسری کتاب کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں رہی، کیونکہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے اگر یہ کتابیں محرف بھی نہ ہوتیں تب بھی سوائے قرآن کے کوئی کتاب سابقہ واجب العمل نہ رہتی۔

سوال...... یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب کل آسمانی کتابیں کلام الٰہی ہیں تو اگر وہ محرف ومفقود نہ ہوتیں تو سب واجب العمل کیوں نہ ہوتیں۔ حالانکہ بحیثیت کلام الٰہی ان سب کو بھی واجب العمل ہونا چاہیے؟

جواب...... یہ اس لیے کہ پچھلا حکم پہلے حکم کا ناسخ ہوتا ہے۔

سوال...... کیا کلام الٰہی میں نسخ کا ماننا مستلزم خدا کی بے علمی کو نہیں؟

جواب...... ہرگز نہیں بلکہ یہ نسخ علم علیم اور حکمت قدیم کا ہی تقاضا ہے۔ جیسا کہ طبیب چند مریضوں کو بصورت اختلاف مرض جدا جدا نسخے لکھے یا ایک ہی شخص کو بلحاظ تغیر مرض ومزاج دو تین نسخے لکھ کر بدلے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جیسی مخلوق پیدا کی ان کے لیے ویسے ہی احکام نازل کیے، اس سے اس کے علم وحکم میں تغیر نہیں ہوا بلکہ مخلوق کے اندر تغیر ہوا جیسے کہ مرض اور مریضوں میں تغیر وتبدل اور اختلاف ہوا تھا مریض اور نسخہ کے تغیر وتبدل سے علم طبیب کا تغیر وتبدل سمجھنا کوڑ مغزوں کا کام ہے اگر اب بھی ویسا ہی مرض کسی کو پیدا ہو تو اس کے لیے وہ ہی نسخہ موجود ہے پس اسی پر توریت اور انجیل اور قرآن کے بعض احکامات کا نسخ تصور کر لینا چاہیے۔

سوال...... یہ سارا قرآن کتنا عرصہ میں نازل ہوا ہے؟
جواب...... تیئس برس کے اندر تھوڑا تھوڑا حسب حاجت نازل ہوا۔

(بیضاوی)

سوال...... ماہ رمضان میں شب قدر کو قرآن کا اترنا خود قرآن سے ثابت ہے:

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اَوْ كَمَا قَالَ ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔

جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ یا جیسا کہ فرمایا تحقیق ہم نے اتارا قرآن کو شب قدر کے اندر اس کے کیا معنی ہوئے؟

جواب...... اس کے یہ معنی ہیں کہ رمضان میں لیلۃ القدر کو کل قرآن ایک بارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا۔ اور آسمان دنیا میں ایک جگہ بیت العزت ہے وہاں رکھا گیا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے وہاں کے ملائکہ سفرۃ کرام بررۃ کو لکھوا دیا پھر بقدر حاجت تھوڑا تھوڑا تیئس برس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کو طبرانی اور حاکم اور بیہقی وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

سوال...... کیا حضور کے روبرو اسی ترتیب سے قرآن نازل ہوا جیسا کہ اب ہے؟

جواب...... نزول کے وقت یہ ترتیب نہ تھی۔ بلکہ جس وقت جس سورۃ کی یا آیۃ کی ضرورت ہوتی تھی جبریل علیہ السلام اس کو آسمان سے بحکم الٰہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور آپ اس آیۃ یا سورت کا کاتبان وحی سے اس کے موقعہ اصلی پر موافق کتابت لوح محفوظ کے لکھوا دیتے تھے۔ چنانچہ تمام قرآن مجید با ترتیب حضور کی حیات میں صحابہ کے پاس متفرق لکھا ہوا موجود تھا۔ اور بہت سے صحابہ مثل معاذ بن جبل و ابو الدرداء و ابی بن کعب وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین حافظ قرآن ہو چکے تھے مگر ایک جلد میں نہیں جمع ہوا تھا۔

سوال......پھر کتابت میں ایک جگہ جمع ہونے کی صورت کس طرح ہوئی؟

جواب......اول اس بات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ عنہ نے برانگیختہ کیا اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے یمامہ کی لڑائی میں جو صحابہ شہید ہو گئے تھے ان کی شہادت سے یہ خوف ظاہر کیا گیا کہ اگر دوبارہ حفاظِ قرآن شہید ہو گئے تو قرآن جاتا رہے گا۔ آپ اس کو ایک جگہ جمع کرالیں۔ چنانچہ حسب رائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سب لوگوں کے پاس سے اجزاء لکھے ہوئے قران کے طلب کر لیے۔ اور حافظوں سے مقابلہ کر کے متعدد صحائف میں جمع کر لیا چنانچہ یہ مضمون حدیث کا مشکوٰۃ میں موجود ہے۔

سوال......جامع قرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس طرح مشہور ہیں اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ دراصل جامع قرآن حضرت عمر و حضرت ابو بکر صدیق و زید بن ثابت انصاری و نیز جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم ہوئے؟

جواب......دراصل یہی بات ہے مگر حضرت عثمان غنی جامع قرآن اس طرح مشہور ہوئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں عراق کے لوگوں نے بعض الفاظ کے پڑھنے میں اختلاف کیا اور اپنے محاوروں کو اس میں دخل دیا ان کو آپ نے دور کر دیا۔ اور قرآن کو قریش کی زبان معتمد علیہ پر سات نسخے مجتمع صحائف حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرا کر ایک ایک جلد ملک میں بھیجدی اور حکم جاری کر دیا کہ مطابق اس کے پڑھو۔ اور باقی نسخے کہ جن میں اور قبیلوں کے محاورات تھے۔ سب جلا دیے۔ اس سبب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع القرآن مشہور ہوئے یہ مضمون بخاری شریف کی حدیث کا ہے۔

سوال......قرآن شریف اور حدیث شریف میں کیا فرق ہے کیونکہ امت کو تو جو کچھ پہنچا

وہ سب بوساطت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پہنچا؟

جواب...... قرآن شریف وہ ہے جو بوساطت جرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پھر آپ اس کو یاد کر کے صحابہ کو سنایا کرتے تھے جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ .یعنی پڑھتا ہے ان پر آیتیں کلام اللہ کی، اور حدیث شریف وہ ہے جو بلا وساطت جبریل علیہ السلام آپ پر وحی ہوئی۔ پس قرآن کلام اللہ ہے اور حدیث کلام رسول اللہ گو حقیقت میں دونوں وحی الٰہی ہی ہیں کیونکہ آپ کی شان میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَاِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

اور وہ کلام نہیں کرتا اپنی خواہش سے نہیں ہے قول اس کا مگر وحی کہ اتاری جاتی ہے اس پر۔

(تفسیر حسینی)

سوال...... وحی کے کیا معنی ہیں؟

جواب...... وحی کے معنی لغت میں نامہ اور اشارہ اور دل میں ڈالنے پوشیدہ بات کے ہیں۔

سوال...... الہام کے کیا معنی ہیں؟

جواب...... اس کے معنی بھی دل میں ڈالنے کے ہیں۔

سوال...... پھر وحی اور الہام میں کیا فرق ہوا؟

جواب...... وحی مخصوص ہے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور الہام مخصوص ہے اولیاء اللہ کے ساتھ۔

سوال...... آپ کے بیان سے معلوم ہوا کہ وحی مخصوص ہے انبیاء کے ساتھ اور الہام مخصوص ہے اولیاء اللہ کے ساتھ حالانکہ اللہ تعالیٰ الہام اور وحی کو قرآن شریف

میں عام سب کے لیے فرما رہا ہے۔

فَـالْهَمَهَـا فُجُوْرَهَـا وَتَقْوٰهَـا (پ۳۰ع۱۶) وَاَوْحٰـی فِـیْ كُلِّ سَمَـآءٍ اَمْرَهَا(پ۲۴ع۱۶) وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ ۔(پ۱۴ع۱۵)

پس دل میں ڈال دی بدکاری اس کی اور پرہیزگاری اس کی۔ اور وحی کی آسمان میں اپنے حکم کی۔ اور وحی کی رب تیرے نے شہد کی مکھی کی طرف) یہ کیوں کر ہے؟

جواب......وحی اور الہام ہر دو دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک عام اور دوسرا خاص۔ عام الہام اور عام وحی ہر ذی نفس کے لیے ہے۔ جیسا کہ آپ نے سوال میں ظاہر کیا اور الہام خاص اور وحی خاص سوائے اولیاء اور انبیاء کے کسی کو نہیں۔ اور چونکہ وحی بعد حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام موقوف ہوگئی اس لیے اطلاق لفظ وحی کا باعتبار اپنے معنی عام کے بھی کسی چیز یا کسی آدمی پر اب ناجائز ہے۔ تاکہ اشتباہ اس کے خاص معنی کا پیدا نہ ہو۔ اور لفظاً اور معنیً ادب قائم رہے۔ ہاں الہام اور القاء اور واردات اور رؤیائے صادقہ آپ کی امت میں تا قیام قیامت باقی رہیں گے۔

كَـمَـا قَـالَ عَـلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْوَحْیَ قَدِ ارْتَفَعَ وَاِنَّمَا بَقِیَ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جُزْءٌ ا مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ ۔

تحقیق وحی بے شک اٹھ گئی اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ رؤیائے صادقہ باقی ہے جو ایک جز ہے اجزائے نبوت سے۔ پس اب جو کوئی دعویٰ نزول وحی کا کرے وہ گمراہ اور مردود ہے۔

سوال......قرآن اور صاحب قرآن یعنی ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس توریت اور انجیل محرف میں بھی کہیں ہے یا نہیں؟

جواب......باوجود تغیر اور تحریف تامہ کے پھر قرآن اور صاحب قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بصراحت و وضاحت موجود ہے مگر تعصب اور ہٹ دھرمی کا کوئی

علاج نہیں۔

سوال......اول توریت موجودہ سے ہی بشارت قرآن اور صاحب قرآن کی کچھ تھوڑی سی بیان کر دیجیے؟

جواب......پہلی بشارت ترجمہ عربی توریت سفر الاستثناء مطبوعہ ۱۸۴۴ء باب ۳۳ میں مذکور ہے:

جَآءَ الرَّبُّ مِنْ سَيْنَاءَ اَشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِيْرَ اِسْتَعْلَنَ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ ۔

یعنی آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے۔

اور ظاہر ہوا فاران کے پہاڑ سے جس سے صاف ظاہر کہ کوہ سینا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری اور ساعیر پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ملی، اور فاران کے پہاڑ پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ میں ہے (جس میں غار حرا ہے) دوسری بشارت کتاب حیقون باب ۳۰۳ ترجمہ کتاب اشعیا بزبان عربی مطبوعہ ۱۸۲۳ء مطبع ابتونی پرتونی باب ۴۱ میں موجود ہے:

آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے۔ آسمانوں کو جمال سے چھپائے گا اس کی ستائش سے زمین بھر جائے گی۔

اَثَرُ سَلْطَنَتِهٖ عَلٰى ظَهْرِهٖ وَاِسْمُهٗ اَحْمَدُ ۔

یعنی اس کی بادشاہت کی نشانی اس کی پشت پر ہوگی۔

(یعنی مہر نبوت) اور نام اس کا احمد ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم افسوس صد افسوس ایسی کھلم کھلا عبارت اپنی توریت محرفہ میں بھی دیکھ کر یہود ایمان نہیں لاتے۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب اور عناد کی وجہ سے دوزخ خرید لیتے ہیں۔

سوال......انجیل محرف سے بھی بشارت حضور کی سنا دیجیے؟

جواب......انجیل برناباس مندرجہ ترجمہ قرآن مجید سیل پادری مطبوعہ ۱۸۵۰ء کے

مقدمہ میں ہے:

وَيَظُنُّ كُلُّ شَخْصٍ اِنَّنِىْ صُلِبْتُ لٰكِنَّ هٰذِهِ الْاِهَانَةُ وَالْاِسْتِهْزَاءُ تَبْقِيَانِ اِلٰى اَنْ يَّجِيْءَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا جَاءَ فِى الدُّنْيَا يُنَبِّهُ كُلَّ مَنْ هُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْغَلَطِ وَيَرْفَعُ هٰذِهِ الشُّبْهَةَ مِنْ قُلُوْبِ النَّاسِ ۔

یعنی گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں۔ یہ اہانت اور مسخراپن باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ آئیں گے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ پس جب آئیں گے دنیا میں خبردار کریں گے اس شخص کو جو کوئی غلطی پر ہوگا۔ اور اٹھائیں گے یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے۔

چنانچہ قرآن نے یہ شبہ بالکل دور کر دیا۔

مَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔

یعنی عیسیٰ کو نہ کسی نے قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن شبہ میں ڈالا ان کو۔

قرآن میں موجود ہے۔

یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ مطبوعہ ۱۶۷۱ء میں تحریر ہے:

وَاَنَا اَطْلُبُ مِنَ الْاٰبِ فَيُعْطِيْكُمْ فَارْقَلِيْطَ ۔

یعنی میں مانگوں گا اپنے باپ سے پس وہ دے گا تم کو فارقلیط۔

مسٹر جان ڈیون پورڈ صاحب نے لکھا ہے کہ فارقلیط جس کی خبر مسیح نے یوحنا میں دی ہے۔ محمد صاحب ہیں۔ مسٹر گاڈ فری ہنگسن صاحب نے اپنی کتاب موسومہ اپاجی دی محمد میں جس کا ترجمہ حمایت الاسلام ہے ایسے معنی لکھے ہیں۔ جن کے مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(حاشیہ توثیق العقائد)

انجیل متی باب ۱۳ آیت ۴ میں ہے:

آسمان کی بادشاہت مثل رائی کے دانہ کے ہوگی الخ ۔ یہ مثال مطابق ہے اس مثال کے جو قرآن شریف میں اصحاب کبار کی تعریف میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے:

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ ط كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى ۔ (پ ٢٦ رکوع ١٢)

صفت ان کی توریت میں اور صفت ان کی انجیل میں جیسے کھیتی نے نکالی اپنی سوئی پس قوی کرے اس کو پس موٹی ہو جائیں پس کھڑے ہو جائیں اوپر جڑ اپنی کے

انگریزی ترجمہ قرآن مجید مطبوعہ لندن ص ۴۳ بحوالہ ص ۱۴ چارج سٹیل فوئیس بائیبل میں لکھا ہے:

کمنگ آف محمد دی مسنجر آف گاڈ، یعنی آئے گا محمد پیغمبر خدا کا (صلی اللہ علیہ وسلم) COMING OF MOHAMMAD THE MESSENGER OF GOD (توثیق العقائد)

سوال ...... کیا ہندوؤں کی کتابوں سے بھی ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ظاہر ہوتی ہے؟

جواب ...... بخوبی ظاہر ہوتی ہے ۔ آتھربن وید میں لکھا ہے برھمان الا امر الرسول محمدرہ کم بر شئی یعنی پیدا کرنے والا اللہ رسول محمد زور آور کا کون ہے ۔ اس کی برابر کا ۔ رگھ وید کے منتر میں نام محمد موجود ہے ۔ دوسرے عبارت ان کی جو ہندوؤں میں مشہور ہے اور اس کو نتانوں بھی کہتے ہیں میں ۔ لاالہ ھرلی پاپن الااللہ پرم پدم جنم بیکنٹھ پرا پرت ہوئے تو جپئے نام محمدم یعنی لاالہ کہنے سے پرم پدم ملتے ہیں ۔ جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وظیفہ کرو ۔

چھٹی کانڈ بارہویں اسکنڈ پوتھی راسنگ رام میں جو کہ بیاس جی نے لکھی ہے اس کا ترجمہ گوسائیں تلسی داس جی نے بزبان بھاکھا اور حاشیہ کے لکھ دیا ہے یوں کہتے ہیں:

یہاں میں ناکچھ بات راکھوں

یہاں میں آپ کی عزت داری میں کچھ نہ کہوں گا

यहा मैं न कछु बात राखू

وید پران ست مت بھاکھوں

جو وید پران میں لکھا ہے وہ ہی کہوں گا

बेद पुरान सत मत भाखूं

برکھ سس دس سندر ہوئے

یعنی برس دس ہزار تک رسالت تمام ہوگی

बरख सस दस सन्दर होई

تہ کی بات نپائی کوئی

بعد کو یہ مرتبہ کوئی نہیں پاسکتا یعنی رسالت ختم ہوگی

तह के बात न पाये कोई

دیس عرب بھرکت سہائی

یعنے دیس عرب میں ایک خوبصورت ستارہ ہوگا

देस अरब में भरका सुहाई

سوتھل بھوم گت سنو کھگ رائی

सुथल भूम गात मुना रक्क राई
سنبھو سمت تا کر ھوئی
ان ہونی عزت اپنی بعزے ارض سے ظہور میں آویں گے

सिंम्भू सम्म ताका होई
سنذرم ادیس تھتھہ سوئی

ولی امد قاسم کہاجوے گا

सन्द्रम अदेस यन्थ मोई
سمت بعد می کی دو دانگا

یعنی سمت کرماجیت کی سنہ روکی تعداد کے مطابق یعنی ساتویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ سمنہ ، سات ہیں ؛

सम्मत बिक्रम के दो दांगा
مھاکوک تس چھتیر تنگا

نہایت اندہیری رات میں مثل چار آفتاب کے چمکیگا -

महा कोक नम नम पितपर तंगा
راج نیت بھوپریت دکھاوے

یعنی بادشاہی قاعدہ کے موافق خوف دکھلاکر عشق ومحبت ظاہر کریگا

राजनीत दबू प्रीत दिखावे
اپن مت سبکو سمجھاوے

اور اپنا مذہب سب کو سمجھا دیگا -

अपन मत सब को समझावे
چتر سندرم ست جاری

اُس کے چار ...

चतुर सन्ध्य सत-चारी

تنکی بنس ہوئی بہو بھارے

اُن سے نسل بہت جاری ہوگی

तिनके बंस हुवे बहु भारी

تب لگ جو سندھرم چہ کوئی

یعنی اس دین کے جاری رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچنا چاہے ۔

तब लग चो सद्धम चेहकोवै

بنا محمد پار نہ ہوئی

بغیر ذریعہ محمد کے پار نہ ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم ۔

बिना मुहम्मद पार न होई

تب ہووے سنگ لنگ اوتارا

تب ہوگا ایک مرد کامل

तब होवे संग लंग औतारा

ہندی کہیں شکل سنسارا

ہم ہندی کہیں گے انکو سب جہاں والے

मेंहदीकहें सकल संसारा

फिर सन्द्रम समां नहीं होई

تلسی بچن ست مت گوئی

تلسی داس یہ بات سچ کہتا ہے۔

तुलसी बचन सत मत गोई

بابا نانک کی نصیحت

پہلا نام خدا کا اور دوجا نام رسول تیجا کلمہ پڑھ لی نانکا جودر گہ پویں قبول
یعنی پہلا نام خدا اور دوسرا نام رسول کا تیسرا کلمہ پڑھ لے نانکا تا کہ اللہ کی درگاہ میں قبول جاوے۔

گوسائیں تلسی داس کی نصیحت

کاشی پربت یاد ہن تیرتھ سبھی ناکام بیکنٹھ باس نپائی بنا محمد نام

گرو کبیر داس کی نصیحت

لا الہ کا تانا الا اللہ کا بانا　　　داس کبیر بنن کو بیٹھا الجھا سوت پرانا

اور بہت سی کچھ بشارتیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ایک مذہب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ بسبب طوالت کے درج نہیں کی گئیں۔ طالب حق کے لیے اس قدر کافی ہے اب ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور مقبولیت پر علاوہ کتب مذکورہ بالا وہ شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ جن کو آپ کے رب نے اس زمانہ کے اندر بھی مخالفین کے حق میں حجج قاہرہ اور براہین باہرہ قائم کردی ہیں ان کے بعد وہی انکار کرسکتا ہے جو شقی ازلی ہے۔

آسمانی شہادت

اول......٦ شعبان المعظم ١٣٤٥ھ مطابق ٨ فروری ١٩٢٧ء کو بمقام جبل پور

دوسری......٢٢ شعبان ١٣٤٦ھ مطابق ١٥ فروری ١٩٢٨ء بمقام آگرہ۔

تیسری......٢٦ رمضان ١٣٤٦ھ مطابق ١٩ مارچ ١٩٢٨ء بمقام پرتاب گڑھ

چوتھی......١٠ ذی الحجہ ١٣٤٦ھ مطابق ٣١ مئی ١٩٢٨ء کو بمقام فرید پور ضلع بریلی

پانچویں......٦ محرم ١٣٤٧ھ مطابق ٢٨ جون ١٩٢٨ء بمقام امرتسر

الغرض ان متعدد مقامات میں افق آسمان پر بخط نور نام نامی و اسم گرامی محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوا جس کو ایک عالم نے برأی العین مشاہدہ کیا۔ اور یہ خبریں ذریعہ اخبارات و اشتہارات بکثرت شائع ہوئیں، جبل پور کے واقع کی تصدیق تو بعد دریافت وہاں کے کلکٹر نے بھی کی ہے۔ چنانچہ من جملہ دیگر اخبارات و اشتہارات کے دو اخبار ایک سیاست دوسرا مسلم گزٹ اور ایک اشتہار جبل

پورکا اس وقت فقیر کے پاس اسی سن اور انہی مہینوں کا موجود ہے۔ فرمایئے اس سے زیادہ اور کیا تصدیق آپ کی نبوت پر ہوسکتی ہے۔

شجری شہادت

ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق مئی ۱۹۲۱ء کو بمقام ٹنڈہ سائیداد خاں ضلع حیدر آباد سندھ دروازہ مکان عالیشان حضرت ولایت مآب قطب وقت مولانا ومخدومنا جناب مولوی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم صاحبزادہ حضرت امام الاولیاء مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک درخت پیلو کا ہے۔ اس سال اس درخت کے اندر بعد موسم خزاں جس قدر پتے آئے ان کے اوپر جناب روحی فداہ رحمت عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نہایت نورانی قدرتی قلم سے لکھا ہوا تھا۔ اسی طرح دیگر اضلاع سندھ میں درختوں کے پتوں پر نام نامی جناب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی سنہ کے اندر قدرتی خط سے لکھا ہوا ظاہر ہوا۔ چنانچہ حضرت مولانا ممدوح الصدر نے دو برگ سبز ذریعہ ڈاک فقیر کے پاس بھی روانہ کیے فقیر نے اہل شہر کو ان کی زیارت سے مشرف کیا۔ اور اس وقت تک فقیر کے پاس تبرکاً موجود ہیں، جس کا جی چاہے زیارت سے اپنی آنکھ اور دل کا سرور بخشے۔ حضرت مولانا موصوف الصدر کے دو مکتوبوں کی عبارت جو خاص اس بارہ میں فقیر کو تحریر کی ہے نقل کر کے درج کرتا ہے:۔

از عجائب مقدرات الٰہی اینکہ دریں ایام در بعض اضلاع سندھ بر برگہائے درختان اراک وغیرہ نام مبارک ومطہر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقلم قدرت نوشتہ یافتہ می شود نزد فقیر مخلصان چندے ازاں برائے معائنہ فرستادہ اند اگر منظور باشد در خط ثانی نمونہ آن بخدمت فرستادہ شود۔

دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

نوشتہ بودند کہ بر برگ ہائے سبز دو برگ۔ بیدند تعجب کہ سوش کجا رفت آنم شکستہ شدہ

بودند الحمد للہ (کہ اسلامیان آنچہ ود بقبول) پیش آمد نداایں بار مزید یقین شان دو برگ دیگر کہ فقیر بدست خود از درخت اراک کہ بر دروازہ غریب خانہ خود روست چیدہ ملفوف عریضہ است اوتعالیٰ سلامت رساند کہ این دو برگ نہایت صاف و بے غائلہ ہستند وبچہ قاطعہ مخالفین اسلام آیا چہ باید کرد۔ (فان الھدایۃ امرمن لدیہ) تا کہ ایں دروازہ از انجاکہ کشاید بہ کلید عقل وحجت نتواند کشود سعدی علیہ الرحمۃ خوش گفتہ+ نہ زنگ عارتی بود بردل فرعون+ کہ صیقل ید بیضائے موسیش نزودو+ بخواند وراہ نداش کجارود بدبخت بہ بست دیدہ مسکین دیدنش فرمود۔

رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔

حجری شہادت

مقام راسینہ نئی دہلی میں ایک کلاں پتھر کو جب تراشا تو درمیان میں نام نامی جناب رسول معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت صاف نورانی خط میں قدرتی قلم سے لکھا ہوا پایا۔ اس پتھر کو عمارت کے کام میں نہیں لیا گیا ہے جو وہاں جاتا ہے زیارت سے مشرف ہوتا ہے چنانچہ بحمد اللہ فقیر نے بھی اس کی زیارت کی ہے ۔شاید اب وہ پتھر عجائب خانہ میں داخل کر دیا گیا ہے سبحان اللہ

چو نام ایں است نام آور چہ باشد



حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخالفین اسلام پر تبلیغ رسالت

از جانب بندہ خدا مسکین محمد رکن الدین محمدی حنفی نقشبندی مؤلف رسالہ کی طرف سے تمام مخالفین اسلام پر تبلیغ رسالت خاتم النبیین وافضل المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے باعتبار بنی نوع انسان میرے بھائیو! مخالف اسلام یہ عاجز آپ سب صاحبوں کو دعوت اسلام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سچی کتاب قرآن اور سچے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دل سے رجوع لاؤ۔ اور اپنی کتابوں کو بلا تعصب غور سے پڑھو اور دیکھو اور سمجھو کہ کیسے کیسے صاف طور سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خبر بعثت موجود ہے اور ان واقعات سے کیسی صاف شہادت ظاہر ہے دن ڈھلے آفتاب کی طرف سے آنکھوں پر پٹی مت باندھو۔ موت کا وقت نزدیک ہے۔ ورنہ بصورت انکار عذاب ابدی بھی محیط۔ کیا اس رسالہ کے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شبہ کسی کو قرآن اور صاحب قرآن پر رہ سکتا ہے اگر اب بھی دعوت اسلام قبول نہ کرو گے تو یاد رکھو بڑے بڑے عذاب دوزخ میں اس تکذیب صریح کی بدولت بھگتنے ہوں گے۔ اور اس وقت کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ وماعلینا الاالبلاغ فقیر محمد رکن الدین تو آواز بلند نقارہ کی چوٹ پکارتا ہے۔ اور شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے اشھد ان لاالہ الااللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

در فیض محمد واہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آوے آتش دوزخ میں جاوے جس کا جی چاہے

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

چوتھا باب

اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانے کے بیان میں

سوال......رسول کس کو کہتے ہیں؟

جواب......رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے بعد اس کی نفس کی تکمیل کے کتاب اور پیغمبری دے کر واسطے ہدایت مخلوق کے بھیجا۔ تا کہ مخلوق اس کے ذریعہ سے اپنے خالق اور پروردگار کی ذات اور صفات کا علم اور قبولیت عبادت کا طریقہ، برے بھلے کاموں کی تمیز حاصل کرے۔

سوال......نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب......عام خاص کا فرق ہے۔ یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ منصب رسالت سے دعوت مخلوق متعلق ہے۔ اسی واسطے رسول پر بواسطے حضرت جبریل کتاب نازل ہوتی ہے۔ نہ نبی غیر مرسل پر مگر ایمان کل نبیوں پر لائے کسی نبی کی شان میں کوئی کلمہ خفت یا بے ادبی کا نہ نکالے۔ ورنہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

سوال......نبوت اکتسابی شئے ہے یا وہبی؟

جواب......نبوت محض وہبی چیز ہے اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ محنت اور مجاہدہ سے نبوت مل سکتی ہے تو علامہ تو ریشتی فرماتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بعض بندوں کو اس منصب خاص کے لیے برگزیدہ کیا۔ اس میں کسب کو ہرگز دخل نہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی آدَمَ وَنُوْحًا وَّآلَ اِبْرَاھِیْمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ۔

تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا آدم اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل [illegible] عالم پر۔

سوال......وہ کیا کیا باتیں ہیں جو کسی نبی میں نہیں ہوتیں؟
جواب......وہ چھ باتیں ہیں۔ ولد الزنا، بدصورتی، بے عقلی، بزدلی، پست ہمتی، نامردی۔
سوال......سنا ہے کہ عورتوں میں بھی نبی ہوئے ہیں یہ کیونکر ہے؟
جواب......یہ قول باطل ہے نبی ہمیشہ مردوں ہی میں ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ۔
اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے قبل مگر مرد جن کی طرف وحی کی ہم نے۔
سوال......انبیاء آدمیوں میں ہوئے یا اور کسی میں بھی؟
جواب......جمہور اہل سنت کے نزدیک سارے انبیاء نوع انسان سے ہوئے ہیں۔ نہ کسی اور نوع اور جنس سے۔
سوال......قرآن شریف سے جنوں کے اندر بھی رسول کا ہونا ثابت ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ۔
اے گروہ جن وانس کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے۔
اگر جنوں میں رسول کا ہونا نہ مانا جائے گا تو منکم کا خطاب جنات سے صحیح نہیں رہے گا اس کا کیا جواب ہے؟
جواب......جنوں کے اندر جو رسول ہوئے ہیں وہ آدمیوں کے رسولوں کے رسول ہوئے ہیں۔ جیسے جنات میں سے سات نفر جنوں نے پیام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی قوم کو پہنچایا۔ تو وہ رسول حضور کی طرف سے ہوئے:

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لوٹ جاؤ اپنی قوم کی طرف ڈراتے ہوئے۔

اسی لیے جنوں کے رسولوں کو منذر کہتے ہیں پس یہ خطاب صحیح ہو گیا۔ اصل منصب رسالت و نبوت حق انسان ہی کا ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اور البتہ تحقیق بزرگی دی ہم نے آدم کی اولاد کو اس پر دال ہے۔

سوال...... انبیاء کتنے ہوئے ہیں جن پر ایمان لائیں؟

جواب...... بلا تعین عدد ایمان رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۔

اس میں سے بعض وہ ہیں جن کا بیان کر دیا ہم نے تجھ پر اور بعض وہ ہیں جن کا بیان نہیں کیا ہم نے تجھ پر۔

سوال...... حضرت لقمان، حضرت خضر اور حضرت ذوالقرنین علیہم السلام نبی ہیں یا نہیں ؟

جواب...... ان کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض ان کو گروہ انبیاء میں داخل کرتے ہیں اور بعض نہیں۔ ایسی حالت میں علم الٰہی کے سپرد کر کے کہہ دے کہ الٰہی اگر یہ حضرات تیرے نزدیک نبی ہیں تو بحیثیت نبوت ان پر میرا ایمان ہے۔

سوال...... انبیاء منصب نبوت سے معزول بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... کوئی نبی بھی کسی وقت میں منصب نبوت سے معزول نہیں ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے اس نے اپنے علم اور حکمت کے تقاضا سے پہلے ہی ایسے شخص کو اس منصب کے لیے منتخب فرمایا کہ جو کسی وقت میں بھی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ ناراض ہو کر اس سے یہ منصب سلب کر لے۔ اس واسطے یہ گروہ انبیاء کا غیر معزولین شمار کیا گیا ہے۔

سوال...... نبیوں سے گناہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

جواب......کفر اور شرک اور جھوٹ اور افتراء وغیرہ کے گناہ سے تو بالکل معصوم ہوتے ہیں علاوہ ازیں ان کے چھوٹے بڑے گناہوں کا قصداً صدور غیر ممکن۔ ہاں صرف چھوٹے گناہوں کا بھول چوک سے صادر ہونا ممکن مگر تبلیغی امور میں اس سے بھی معصوم اس کا نام ہے عصمت مصطلحہ کہ جو لازم نبوت ہے۔ سو تمام انبیاء اور مرسلین ایسی عصمت کے ساتھ معصوم ہوئے ہیں پس جو کوئی ثابت کرے سوائے انبیاء کے یہ عصمت مصطلحہ کسی اور بشر کو وہ گمراہ اور ملحد ہے۔

سوال......نبیوں میں سب سے پہلے نبی کون ہوئے ہیں؟

جواب......حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام۔

سوال......سب سے پچھلے نبی کون ہوئے ہیں؟

جواب......حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کی ذات پاک پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب قیامت تک کوئی نبی منصب نبوت سے سرفراز ہو کر پیدا نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔

اور لیکن رسول اللہ کا ہے اور خاتم نبیوں کا۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال......اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے بعد سلسلہ بعثت انبیاء بند ہو گیا؟

جواب......اس کی وجہ یہ ہے کہ اگلی امتوں میں ان کے مزاجوں کے موافق۔ ان کی شریعتوں میں افراط و تفریط تھی۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ان کے سخت ہونے کی وجہ سے احکام الٰہی بھی سخت تھے۔ یعنی ان کے لیے توبہ ان کی جانوں کا قتل تھا۔ نجاست کی جگہ سے اس کا کاٹنا ان پر فرض تھا۔ مال غنیمت ان پر حرام تھا وغیرہ وغیرہ، عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر ان کے نرم ہونے کی وجہ سے احکام الٰہی بھی نرم تھے۔ یعنی

زانی اور قزاقوں کو مطلق سزا نہ تھی۔ قتال بھی حرام تھا پس ایسی شریعتوں کو ہمیشہ جاری رکھنے میں بڑا حرج اور لوگوں کے واسطے بڑی دقت اور دشواری تھی لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معتدل زمانہ میں معتدل شریعت دے کر پیدا کیا جو افراط اور تفریط سے بالکل خالی ہے اور اس نعمت کو آپ ہی کی ذات پر ختم فرمایا جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

یعنی آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

پس جب کہ دین کی تکمیل ہوگئی اور کل نعمتوں کا حضور پر اور بطفیل حضور امت پر اختتام ہوگیا۔ اور دین اسلام پر اپنی رضا ظاہر فرمادی تو اب دوسرے نبی کے پیدا کرنے کی اور جدید شریعت لانے کی ضرورت نہ رہی۔ لہذا حضور خاتم الانبیاء گردانے گئے۔ اور آپ کی شریعت دوسری شریعتوں کی ناسخ ٹھہری، اور یہی شریعت قیامت تک کے لیے جاری رکھی گئی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۔

یعنی تحقیق یہ کتاب غالب ہے کہ اس کے آگے اور پیچھے باطل نہیں آئے گا۔ پس اگر بعد آپ کے کوئی دعویٰ نبوت کرے تو وہ مردود و کافر ہے۔

سوال ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت میں احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے پس آپ کے بعد بھی نبی کا آنا ثابت ہوا یہ کیونکر ہے؟

جواب..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نئے نبی ہو کر نہیں آرہے ہیں بلکہ وہی سابق نبی ہیں۔ حضور کی شریعت پر عمل کر کے حضور کی عظمت وشان کو ظاہر کریں گے

اور حضور کے امتی حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

كَمَا جَاءَ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ ۔

سوال...... ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت عام ہے یا خاص یعنی کل مخلوق کے لیے آپ پیدا کیے گئے ہیں۔ یا صرف آدمیوں کے لیے؟

جواب...... حضرت فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ونبوت اہل تحقیق کے نزدیک تمام اقسام موجودات کے لیے ہے۔ خواہ وہ جمادات ونباتات وحیوانات سے ہو خواہ فرشتوں اور جنوں اور آدمیوں سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔

اور تجھ کو نہیں بھیجا مگر عالم کے لیے رحمت۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر تا کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

دوسری مسلم شریف کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی وآلہ وسلم نے اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ۔ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں۔ پس اب کوئی شخص بھی ہو جب تک کہ فخر دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مقبول نہیں۔ اور بعد مرنے کے وہ بہت خسارہ پائے گا۔

چنانچہ قرآن میں ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔

اور جو کوئی اختیار کرے اسلام کے سوا اور دین ۔ پس ہرگز قبول نہیں ہوگا وہ دین اس سے اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔

اور حدیث شریف میں ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَايَسْمَعُ بِيْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ ۔

مجھے اس کی قسم ہے جس کی ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اس تمام عالم میں سے کہ جس کی طرف میں رسول ہو کر آیا ہوں جو شخص کہ اس کو میری خبر پہنچے خواہ وہ یہودی ہو خواہ نصرانی اور پھر مجھ پر ایمان نہ لاوے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ دوزخی ہے۔

سوال...... کیا سب نبی اور رسول آپس میں مرتبہ کے اندر مساوی ہیں؟

جواب...... ہرگز نہیں ۔ انبیاء کا آپس میں ایک دوسرے پر افضل ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ تحقیق ہم نے بعض نبیوں کو افضل کیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۔

اور وہ رسول ہیں بزرگی دی ہم نے بعض کو بعض پر۔

اگر چہ تخصیص بعض کی ظنی ہے ۔ مگر ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تخصیص قطعی ہے ۔ پس آپ کا سب انبیاء اور مرسلین سے افضل اور اعلیٰ بنص قرآنی واحادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے ۔ اگر کوئی آپ کی افضلیت اور اولویت کا انکار کرے یا اس میں شک کرے وہ کافر ہے۔

سوال...... آپ کی افضلیت پر کیا کیا دلیلیں ہیں؟

جواب...... اول تو یہ آیت قرآنی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيِّيْنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ الخ

اور جس وقت لیا اللہ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آئے گا تمہارے پاس ایک پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو کہ ساتھ تمہارے ہے۔ البتہ ایمان لائیو ساتھ اس کے اور البتہ مدد دیناں اس کو۔ کہا کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا۔ کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے کہا پس شاہد رہو (یعنی آپس میں) اور میں تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ پس جو کوئی پھر جائے پیچھے اس عہد کے پس وہ ہے گمراہ بدکار۔

دوسرے آپ کی امت کو دوسرے پیغمبروں کی امتوں سے بہتر و افضل فرمایا۔ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور یہ ظاہر ہے کہ تابع کی افضلیت متبوع کی افضلیت کے سبب سے ہوتی ہے۔ پس حضور کا افضل ہونا سب انبیاء سے ثابت ہوا۔

تیسرا حدیث میں ہے۔

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِىْ۔

یعنی آدم اور جو سوا اُن کے ہیں میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

چوتھے صحیحین میں ہے:

کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمام نبیوں پر چھ چیزوں کے سبب سے فضیلت دی ہے۔ اول یہ ہے کہ مجھے کلام جامع عطا فرمایا کہ میری ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں، دوسرے یہ کہ کفار پر میرا رعب ڈالا گیا ہے۔ اور اس سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ چوتھے یہ کہ مجھ کو مرتبہ شفاعت ملا۔ پانچویں یہ کہ پہلے ایک قوم کا نبی ہوتا تھا اور میں سارے عالم کا نبی ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔

ترمذی میں ہے:

کہ میں قیامت کے دن تمام نبیوں کا سردار ہوں گا۔ علاوہ اس کے اور بہت سی احادیث اس مضمون کی کتب احادیث میں موجود ہیں اور اسی پر ساری امت کا اتفاق ہے۔

غرض آپ کو کل ملائکہ اور کل انبیاء اور کل مرسلین پر فضیلت ہے۔ آپ کے برابر مخلوقات میں کوئی نہیں۔ آپ کی رضامندی اللہ پاک کو منظور ہے۔ آپ اللہ پاک کے محبوب اور حبیب ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

اَلَاصَاحِبُکُمْ حَبِیْبُ اللّٰہِ۔

خبردار ہو جاؤ تمہارا صاحب اللہ کا حبیب ہے۔ غرض آپ افضل الانبیاء ہیں۔ منزلت اور عزت اور قربت اور اتمیۂ نبوت اور رسالت اور اکملیت اور اخلاق جمیلہ اور اوصاف حمیدہ اور اعتدال مزاج اور علو ہمت اور قوت عقل اور بسط علم اور معرفت اور جامعیت کل کمالات میں نزدیک اللہ کے ولنعم ماقیل

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سوال ...... ہمارے نبی الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے معجزوں کا ظہور کس قدر رہوا؟

جواب...... آپ سے بے شمار معجزوں کا ظہور ہوا۔ اور وہ تین قسم پر منقسم ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ جو ایام ولادت سے تا زمان بعثت و نبوت ظاہر ہوئے جن کو ارہاصات کہتے ہیں۔ ارہاص کے معنی لغت میں بنیاد رکھنے کے ہیں۔

چونکہ وہ واقعات کہ جو قبل از نبوت ظاہر ہوئے۔ نبوت اور رسالت کی عمارت کے حق میں بنیاد کا حکم رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کو ارہاصات کے نام سے نامزد کیا۔ جیسے ولادت شریف کے وقت ان امور عجیبہ وغریبہ کا ظاہر ہونا کہ جو ماحی آثار کفر اور موہن

ارکان شرک تھے۔ مثلاً اصحاب فیل کا قصہ کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گرنا، فارس کے آتشکدہ کا بجھ جانا، کعبہ شریف کے بتوں کا سر کے بل اوندھا گر جانا، کعبہ شریف کا سجدہ کرنا، بادشاہان روئے زمین کا گنگ ہوجانا قریش کی بکریوں کا گویا ہوکر آپس میں حضور کی ولادت کی مبارک بادی دینا، حضرت دایہ حلیمہ کے دبلے گدھے کا موٹا اور تیز رفتار ہوجانا، شق صدر ہونا، پتھروں کا سلام کرنا، خشک درختوں کا آپ کے بیٹھ جانے سے ہرا بھرا ہوجانا وغیرہ وغیرہ جن سے سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

سوال......دوسری قسم کے معجزات کون سے ہیں ان کو بھی بیان فرمایئے؟

جواب......دوسری قسم کے معجزات وہ ہیں کہ جو زبان بعثت و نبوت میں ظاہر ہوئے جیسے کنکریوں کا آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرنا، پتھروں، درختوں، جانوروں، کا آپ سے کلام کرنا، ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا، ستون حنانہ کا آپ کے فراق میں رونا، اونٹنی اور بکری اور ہرنی اور دوسرے جانوروں بے زبان کا آپ کے حضور میں شاکی ہونا، گوہ اور بھیڑیئے کا آپ کے صدق دعویٰ پر شہادت دینا، تھوڑے پانی اور کھانے سے لشکر کو سیراب کر دینا، لاعلاج بیماریوں کا علاج صرف دست مبارک کے مس سے ہوجانا، علم مغیبات کا دیا جانا جس میں سے اکثر وقوع میں آ چکے ہیں۔ اور بعض آنے والے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے کر دینا۔ اس طرح پر کہ ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا پہاڑ کے نیچے جس کو ایک جماعت کثیرہ نے دیکھا۔ تمدنی۔ سیاسی اور اخلاقی روشنی کا تھوڑے عرصہ میں اس قدر پھیلنا کہ جس کا نظیر ابتدائے آفرینش سے قرنوں کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ معراج شریف کا ہونا وغیرہ وغیرہ کہ لاتعداد اور بے شمار ہیں۔

سوال......تیسری قسم کے معجزات کون سے ہیں؟

جواب......تیسری قسم کے معجزات وہ ہیں کہ جو بعد وفات شریف کے تا قیام قیامت

مزار پر انوار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور نیز وجود باوجود اولیاء امت سے جو کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ حقیقت میں سب معجزہ حضور فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ کیونکہ ہر کرامت اولیاء صحت نبوت اور صدق رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دال ہے۔ قاعدہ ہے کہ غلام کی سب کمائی آقا کی ہوا کرتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا فِیْ زُمْرَةِ عِبَادِهٖ اور نیز قرآن مجید اکمل اور اشرف اور اعظم معجزات سے ہے کہ جو قیام قیامت تک جاری رہے گا کہ جس کے مقابلہ اور معارضہ سے اس وقت کے بلغاء اور فصحاء عرب عاجز آئے اور اسی طرح قیامت تک عربی اور عجمی اس کے مقابلہ اور معارضہ سے عاجز رہیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نُعْمَائِهٖ وَفَضْلِهٖ وَکَرَمِهٖ خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں اور فضل وکرم پر۔

سوال...... معراج شریف جسمانی ہوئی یا روحانی؟

جواب...... جمہور علماء یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے بعد کے محدثین اور فقہاء معتبرین اور متکلمین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ حضور فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج جسم کے ساتھ ہوئی۔

(شرح عقائد شریف، مدارج شریف)

سوال...... معراج شریف کے منکرین کی نسبت کیا عقیدہ ہونا چاہیے؟

جواب...... مکہ معظمہ سے رات کے وقت بیت المقدس تک کے جانے کا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ اس نص قرآنی کا منکر ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (پ۱۵ ع۱)

وہ ایسی پاک ذات ہے جس نے اپنے بندہ کو رات میں سیر کرائی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور جو بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ سے آسمان پر جانے کا انکاری ہے وہ بدعتی ہے

کیونکہ ثبوت اس کا احادیث مشہورہ سے ہے اور دوسرے جزئیات عجائب کا منکر جاہل ومحروم ہے۔

(مدارج شریف)

سوال...... آپ نے معراج میں دیدار الٰہی بھی کیا یا نہیں؟

جواب...... دل کی آنکھ سے دیکھنے کے اندر تو سب کا اتفاق ہے۔ ہاں جسم کی آنکھ کے ساتھ دیدار کرنے کے اندر البتہ اختلاف ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب علماء کا اتفاق دنیا کے اندر امکان رویت کا ہے تو پھر حضور فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مقام معراج میں کہ جو در حقیقت عالم آخرت سے ہے رویت سی کون سی چیز مانع ہے پس عالم آخرت میں جو کچھ دیکھنے اور پانے کے لائق چیزیں تھیں ان سب ہی کو آپ نے دیکھا اور پایا تا کہ دعوت خلق بحکم عین الیقین کریں جیسا کہ کسی نے کہا ہے

از دیدہ بے فرق بود تا بشنیدہ

(مدارج شریف)

سوال...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اَرِنِیْ کے جواب میں لَنْ تَرَانِیْ اسی عالم میں سنا اور آپ فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ رویت اس عالم میں ممکن ہے یہ کیوں کر ہے؟

جواب...... اگر رویت غیر ممکن ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی سوال ہی نہ کرتے۔ یہ سوال ہی دال ہے کہ رویت ممکن ہے کیونکہ ممکن ہی کی طلب پیغمبر سے ممکن تھی اب رہا لَنْ تَرَانِیْ کا جواب ملنا سو یہ نا کامی محققین کے نزدیک اس سبب سے ہوئی کہ ہنوز سید المحبوبین مقصود آفرینش، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔

(مدارج شریف)

سوال......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے بھی آگاہ فرمادیجئے؟

جواب......حضور کا نسب اس طرح پر ہے۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان یہاں تک تو سب کا اتفاق ہے۔ اور اس سے اوپر تا اسماعیل علیہ السلام اور تا حضرت آدم علیہ السلام بہت اختلاف ہے۔

(مدارج شریف)

سوال......کیا یہ بھی صحیح ہے کہ حضور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں؟

جواب......بلاشک حضور کا حضرت اسماعیل، حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہونا بالاتفاق صحیح ہے اس میں کسی کا خلاف نہیں۔

سوال......کیا یہ بھی صحیح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک آپ کے اجداد میں کوئی کافر اور مشرک نہیں ہوا؟

جواب......یہ بھی صحیح ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھ کو اصلاب طیبہ اور طاہرہ میں نقل کرتا رہا اور اسی کی تائید بموجب قراءت ثانی اس آیت شریف سے بھی ہوتی ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ ۔ البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تم میں سے شریف تر۔

اور ظاہر ہے کہ نسب میں کفر سے زیادہ اور کیا دھبہ ہوگا۔

سوال......آذر پدر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کفر تو بنص قرآنی ثابت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا آلِهَةً ۔ اور جس وقت حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا پکڑتا ہے تو بتوں کو معبود) یہ کیوں

کرے؟

جواب...... تحقیق صحیح آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا ہے اور چچا کو باپ کہنا عام محاورہ ہے۔ خصوصاً اہل عرب کے اندر تو عم کو اب کہہ کر پکارنا بہت ہی رائج ہے اللہ پاک نے بھی اسے محاورہ کے موافق آزر کو اب سے تعبیر فرمایا۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ ہے۔ اور موحد گزرے ہیں

(تفسیر مظہری واشعۃ اللمعات)

سوال...... بعض ان خصائص اور فضائل کا بیان بھی کر دیجئے کہ جن کے ساتھ حضور فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم آخرت میں معزز و ممتاز فرمائے جائیں گے؟

جواب...... حوض کوثر کا ملنا۔ لواء حمد کا عطا ہونا، شفاعت عظمیٰ کا حاصل ہونا، پہلے سب سے آپ کا اور آپ کی امت کا جنت میں داخل ہونا۔ یہ وہ خصائص ہیں کہ جن سے آپ ہی مخصوص ہیں۔



پہلی فصل

صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے فضائل میں

سوال...... صحابی کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... جس نے حالت ایمان میں پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور دین اسلام پر مرا۔ اگر چہ درمیان میں بھی ردت متخلل ہوگئی ہو۔ جیسے اشعث بن قیس کو قول اصح یہی ہے۔

(اشعۃ اللمعات)

سوال...... اہل بیت کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... اہل بیت کا اطلاق چند معنی کے ساتھ آیا ہے۔ ایک معنی کے اعتبار سے تو وہ لوگ اہل بیت ہیں کہ جن کو زکوۃ لینا حرام ہے۔ یعنی بنو ہاشم، اور یہ شامل ہے آل عباس اور آل علی اور آل جعفر و آل عقیل و آل حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اور کبھی بمعنی اہل وعیال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آیا ہے۔ اس معنی کو شامل ہیں اہل بیت میں ازواج مطہرات اور ازواج مطہرات کا نکالنا اہل بیت سے مکابرہ ہے اور کبھی اطلاق اہل بیت کا ایسا آیا ہے کہ مفہوم ہوتا ہے اختصاص اس کا حضرت بی بی فاطمہ زہراء اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسن حسین سلام اللہ علیہم اجمعین سے اولیٰ یہ ہے کہ اہل بیت کہا جاوے اولاد وازواج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور حسن حسین علیہما السلام ان میں سے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ بحیثیت معاشرت حضرت بی بی فاطمہ کے رضی اللہ عنہا۔

(اشعۃ اللمعات)

سوال...... صحابہ کرام کا شرف کس قدر ہے؟

جواب......ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے اصابہ فی تمیز الصحابہ میں اکیس ہزار پینسٹھ صحابہ کے نام اور بعض کے حالات لکھ کر اس کے مقدمہ میں تحریر فرمادیا کہ باوجود بہت سی تلاش کے مجھ کو دسویں حصہ کے نام بھی صحابہ کرام کے نہیں ملے۔ اس حساب سے دس کو اکیس ہزار پینسٹھ ہی میں ضرب دیتے ہیں۔ تو دو لاکھ دس ہزار چھ سو پچاس صحابہ ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

سوال......صحابہ کرام واہل بیت عظام بھی معصوم ہیں یا نہیں؟

جواب......اہل سنت کے نزدیک سوائے انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے کوئی بھی معصوم نہیں۔ ہاں البتہ صحابہ سب کے سب عدول ہیں ان سب حضرات کی مسلمانوں پر موافق حکم خدا اور رسول کے محبت اور تعظیم واجب ہے۔

سوال......جو باتیں کہ نقل کی گئی ہیں بعض صحابہ سے کہ ان کے ذریعے سے روافض وخوارج ان کی عدالت پر طعن کرتے ہیں وہ کیسی ہیں؟

جواب......وہ باتیں یا تو باطل اور نامعقول ہیں یا خطائے اجتہادی پر محمول۔ یا ان سے رجوع وتوبہ منقول۔ غرض ہر ہر واحد صحابی افضل ہے جمیع اولیاء امت سے۔ کثرت ثواب وکرامت اور قرب الٰہی میں۔

سوال......صحابہ میں اکثر دو گروہ سننے میں آئے ہیں ایک گروہ مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا یہ نہیں معلوم کہ مہاجرین کن کو کہتے ہیں اور انصار کن کو؟

جواب......مہاجرین میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں جنہوں نے محبت خدا اور رسول میں اپنے وطن اور خویش واقارب کو چھوڑ کر ہجرت اختیار کی اور انصار میں وہ صحابہ داخل ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں جنہوں نے جان اور مال سے اسلام اور بانی اسلام کی مدد اور نصرت کی قرآن مجید میں ان سب حضرات کی شان میں یہ آیہ صریح اور جلی موجود ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَاالْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًاؕ ذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی میں نے ان کے لیے جنتیں بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں وہ رہیں گے ان میں ہمیشہ ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد پانا۔

اس آیۃ شریفہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور کے کسی صحابی کو خواہ مہاجرین سے ہو یا انصار سے برا نہ کہے کیونکہ سب کے ساتھ اللہ کی رضا اور نیک وعدہ محقق ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں وارد ہے:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَ ۔

(رواہ مشکوٰۃ)

یعنی ڈرو تم میرے اصحاب کے حق میں اس کلمہ کو تین مرتبہ فرمایا۔ مت پکڑو تم میرے پیچھے نشانہ ان کو طعن اور ملام کا۔ پس جو کوئی دوست رکھتا ہے ان کو پس بہ سبب دوستی میری کے دوست رکھتا ہے ان کو اور جو کوئی دشمن رکھتا ہے ان کو پس بہ سبب دشمنی میری کے دشمن رکھتا ہے ان کو اور جو کوئی ان کو رنجیدہ کرے پس تحقیق اس نے مجھ کو رنجیدہ کیا اور جو کوئی مجھ کو رنجیدہ کرے پس تحقیق اس نے خدا کو رنجیدہ کیا۔ اور جو کوئی خدا کو رنجیدہ کرے پس نزدیک ہے کہ پکڑے خدا اس کو۔

سوال...... صحابہ میں سب سے افضل اور اعلیٰ رتبہ میں کون ہے؟

جواب......سب سے افضل اور اکرم عنداللہ وعندالمسلمین امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال......پھر ان کے بعد کون ہیں؟

جواب......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال......پھر ان کے بعد کون ہیں؟

جواب......امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ذی النورین ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال......پھر ان کے بعد کون ہیں؟

جواب......امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ہیں چار یار باصفا۔اور خلفائے راشدین اور امام عادلین اور جانشین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مناقب اور محامد ان حضرات کے اس قدر ہیں کہ ان پر اور کسی صحابی کو شرکت نہیں۔جیسا کہ قرآن اور احادیث اور اخبار اور آثار سے روشن ہے۔اور فضیلت ان کی اسی طرح سلف سے علی ہذاالترتیب منقول ہے۔

(شرح عقائد نسفی وتکمیل الایمان)

سوال......ان کے بعد کن کو فضیلت ہے؟

جواب......حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو ہے۔رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

یہ چھ حضرات اور چار خلفاء راشدین جملہ دس ہوئے جو عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ ان سب کے حق میں دنیا کے اندر ہی جنتی ہونے کا حکم آ گیا۔اس لیے قطعی جنتی ہیں۔

سوال......ان کے علاوہ اور بھی قطعی جنتی ہیں یا اس بشارت کے ساتھ یہی حضرات مخصوص ہیں؟

جواب......ان کے علاوہ اوروں کو بھی قطعی جنتی ہونے کی بشارت حاصل ہے۔

سوال......وہ کون کون ہیں؟

جواب......وہ یہ ہیں۔حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ۔اور حضرت بی بی فاطمہ زہرا۔اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن اور حضرت سیدنا امام حسن اور امام حسین وحضرت حمزہ وعباس وسلمان وعمار بن یاسر وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

سوال......اس کی کیا وجہ ہے کہ اس قطعیت کی بشارت کے ساتھ جیسی شہرت حضرات عشرہ مبشرہ اور اہل بیت کو ہے ایسی اوروں کو نہیں؟

جواب......اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فرقہ روافض اور خوارج کا شیوع ہوا تو ان اکابر کی نسبت ہر ایک فرقہ نے بے ادبی کی ساتھ زبان درازی شروع کی۔اس لیے ان اہل زیغ کے رد کے لیے ان احادیث کو شہرت دینا زیادہ تر ضروری سمجھا گیا۔جن میں ان حضرات کی خصوصیات اور مبشرات موجود تھیں تا کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر اہل زیغ باز آئیں اور تائب ہوں۔

سوال......ان حضرات کے بعد پھر صحابہ میں کن کو فضیلت ہے؟

جواب......ان کے بعد وہ صحابہ ہیں کہ جو جنگ بدر میں شریک تھے۔یہ لڑائی دوسرے سال ہجرت کے واقع ہوئی اس لڑائی میں اسلام کو عزت اور نصرت اور فتح نصیب ہوئی اور بڑے بڑے صنادید قریش مثل عتبہ وشیبہ وابوجہل وغیرہ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین جہنم داصل ہوئے اور پانچ ہزار فرشتوں سے ان مومنین کی نصرت فرمائی گئی۔اور عشرہ مبشرہ بھی اہل بدر سے ہیں۔چنانچہ قرآن میں ہے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ ۔ بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ

جب کہتا تھا تو مسلمانوں سے کیا نہ کفایت کرے گا تم کو یہ کہ مدد کرے تم کو تمہارا رب تین ہزار فرشتوں اتارے ہوؤں کے ساتھ بلکہ اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تم اور آئیں تم پر کافر اپنے جوش سے تم کو تمہارا پروردگار ساتھ پانچ ہزار فرشتوں نشان لگانے والوں سے۔

سوال......کیا یہ حضرات بھی قطعی جنتی ہیں؟

جواب......بے شک قطعی جنتی ہیں ان کی شان میں واقع ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

تحقیق اللہ نے جھانک لیا اہل بدر کو پس فرمایا کرو تم جو چاہو تم پس تحقیق بخش دیا میں نے تم کو۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

لَنْ يَّدْخُلَ اللّٰهُ النَّارَ رَجُلاً شَهِيْدَ بَدْرٍ وَّالْحُدَيْبِيَّةِ۔

ہرگز نہیں داخل کرے گا اللہ تعالیٰ آگ میں کسی مرد شہید بدر اور حدیبیہ کو۔

سوال......آپ نے تو یہ فرمایا کہ عشرہ مبشرہ بھی بدریوں میں ہیں اور تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لڑائی میں شریک نہیں تھے یہ کیونکر ہے؟

جواب......بے شک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ سبب بیماری حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حسب الحکم مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو اہل بدر سے شمار کیا۔ اور قسمت غنائم میں آپ کو شریک کیا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد و ابو داؤد میں ہے۔

سوال......بدری صحابی کا شمار کس قدر ہے؟

جواب......تین سو تیرہ۔

سوال......ان کے بعد فضیلت کن کو ہے؟

ان کے بعد فضیلت اہل احد کو ہے یہ غزوہ چوتھے سال ہجرت کے بعد ہوا۔

سوال......پھران کے بعد؟

جواب ......ان کے بعد بیعت الرضوان والوں کو فضیلت حاصل ہے اور عشرہ مبشرہ سب میں داخل ہیں۔ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔

سوال......بیعت الرضوان کس کو کہتے ہیں؟

جواب ......بیعت الرضوان اس بیعت کا نام ہے کہ جو مسلمانون نے بعد صلح حدیبیہ کے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی جس کی خبر قرآن مجید میں اللہ تعالٰی اس طرح دیتا ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

البتہ تحقیق راضی ہوگیا اللہ مسلمانوں سے جس وقت کہ بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے کہ جو کیکر کا تھا۔

اور حدیث میں ہے:

لَایَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَایَعَنِیْ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔

نہیں داخل ہوگا آگ میں کوئی جس نے میری بیعت کی درخت کے نیچے پس یہ بھی بہشتی ہیں۔

پس یہ ترتیب مذکور افضلیت میں مجمع علیہ ہے۔ پھر ان حضرات مذکورہ بالا کے بعد تمام صحابہ بحسب فضائل احادیث ومآثر درجات اور مقامات میں متفاوت ہیں۔ مگر ادنیٰ صحابی بھی تمام اولیائے امت سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ بہ سبب شرافت صحبت وزیارت حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے۔

سوال......کیا اسی ترتیب کے مطابق ان حضرات کی اولاد کو بھی افضلیت ہے؟

جواب......بعض کے نزدیک اسی ترتیب کے ساتھ افضلیت ہے۔ مگر اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سب کی اولاد پر تا قیامت افضلیت ہے۔ (تکمیل الایمان)

سوال......عورتوں میں کون سی عورتیں ایسی ہیں جن کو تمام دنیا کی عورتوں پر فضیلت ہے؟

جواب......وہ یہ ہیں۔ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ، اور حضرت بی بی فاطمہ، اور حضرت بی بی عائشہ۔ اور حضرت بی بی مریم، اور حضرت بی بی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

سوال......بی بی خدیجہ اور بی بی عائشہ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اندر کس کو فضیلت ہے؟

جواب......ان حضرات کے بارہ میں علماء کے بہت اقوال مختلف ہیں۔ مگر شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب اقوال کی توجیہ اس طرح کی ہے کہ وجوہ افضلیت مختلف ہیں اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ:

احب ازواج حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور اولاد میں احب اولاد حضرت بی بی زہراء ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وبارک وسلم۔

سوال......خلافت راشدہ کتنے سال تک رہی؟

جواب......تیس برس تک اور یہ خلافت بموجب فرمان عالی شان صادق ومصدوق حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ختم ہوگئی۔ حدیث شریف میں ہے:

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً۔

یعنی خلافت پیچھے میرے تیس برس تک ہے۔

سوال......حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب......ان کے صحابی ہونے میں کوئی شک نہیں اور حدیث میں وارد ہے:

لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ یعنی برامت کہو۔ میرے اصحاب کو۔

تو بموجب فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نسبت بھی زبان کو سب اور شتم سے روکنا چاہیے۔ دوسرے معاذ اللہ اگر وہ دین سے پھر گئے ہوتے جیسا کہ گمان فرقہ روافض کا ہے تو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمام حکومت ان کے ہاتھ میں کیوں دیدیتے ؟ پس یہ تسلیم خلافت دلیل ہے۔ حضرت امیر معاویہ کے مسلمان اور گروہ صحابیت میں داخل ہونے کی۔ ورنہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا حسن سے امت کو گمراہی میں ڈالنے کا فعل حضرت معاویہ کی گمراہی کہ وجہ سے ہرگز وقوع میں نہ آتا۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت اب کچھ کہنا گویا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرنا ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ طعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا ہے کہ میرا بیٹا سید ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے گا۔ (رواہ البخاری)

اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا صاف طور سے ثابت ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت بشارت صلح۔

سوال......اب حضرت امیر معاویہ کی امارت کیسی سمجھی جائے؟

جواب......حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تسلیم کے بعد یہ امارت صالحہ ہوگئی۔ گو خلافت راشدہ نہیں رہی۔

سوال......خلافت راشدہ خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نہ ماننے سے کیا خرابی لازم آئے گی؟

جواب......علاوہ نصوص اور اجماع کے انکار کے تمام سادات صحیح النسب نہیں رہیں گے

یہ کتنی بڑی خرابی ہے۔

سوال...... یہ کس طرح؟

جواب...... یہ اس طرح کہ حضرت شہر بانو رضی اللہ تعالیٰ عنہا زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آئیں۔ اگر خلافت آپ کی معاذ اللہ درست نہیں تو پھر حضرت شہر بانو بھی درست نہیں۔ اور جب یہ درست نہیں تو تمام نسل سادات خراب ہوگئی اللہ بچائے ایسے وساوس شیطانی سے اور جو کچھ الزامات واہی تباہی ان حضرات کی نسبت عبداللہ بن سبا یہودی کے فرقہ نے لگائے ہیں وہ سب بے اصل ہیں۔ مسلمانوں کو اس فرقہ کی باتیں ہرگز نہیں سننا چاہئیں اکثر اس فرقے کے لوگوں کے عقائد جھوٹی تواریخ پر مبنی ہیں۔ نہ قرآن اور حدیث پر، اگر اس فرقہ کی خرابی عقائد پر کماحقہ کوئی مطلع ہونے کی خواہش رکھے تو تحفہ اثناعشریہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اور آیات بینات نواب محسن الملک کی دیکھے۔ جس سے خوب اس مذہب کی قلعی کھل جائے گی۔ اور اہل سنت کو وہ دندان شکن جواب ہاتھ آویں گے کہ پھر کوئی اس فرقہ ضالہ کا اس کو کسی طرح خلجان میں نہیں ڈال سکتا۔

سوال...... عبداللہ بن سبا یہودی کون ہوا ہے؟

جواب...... یہ شخص موجد ہے اس فرقہ روافض کا۔ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے اس مردود کو شہر بدر کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جب کہ آپ کو خبر پہنچی کہ یہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تو یہ فعل ہو اور مدعی محبت اہل بیت اس کے خلاف کریں حضرت علی تو اہل شام کی نسبت فرمائیں:

اِنَّهُمْ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا لَيْسَ بِفِسْقٍ وَّلَا كُفْرٍ ۔

بے شک وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم پر بغاوت کی نہ وہ فاسق ہیں اور نہ کافر۔

اور یہ فرقہ روافض برخلاف فرمان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان کی شان میں

وہی کلمہ استعمال کریں جس سے حضور جلالت مآب منع فرمار ہے ہیں۔ (یعنی فسق وکفر) پس محبت خالص اور اتباع صادق اہل سنت کا دریافت کرنا چاہیے کہ حسب فرمان مصطفوی ومرتضوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے ساتھیوں کی شان میں ان کلمات سے کچھ زبان پر نہیں لاتے:

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔

پس دونوں میں کون حق دار زیادہ ہے امن کا، اگر تم جانتے ہو۔

سوال...... یزید پلید کی حکومت کیسی تھی؟

جواب...... جبریہ تھی کیونکہ اہل حل وعقد اس کی حکومت پر ناراض تھے۔

سوال...... اس کے حق میں لعنت کرنا کیسا ہے؟

جواب...... اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ اس لیے کہ اس پلید سے مقدمہ شہادت امام علی جدہ وعلیہ السلام میں روایات متعارضہ اور متخالفہ وارد ہیں۔ پس جن کے نزدیک روایات رضا واستبشار واہانت اہل بیت وخاندان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مرجح ہیں۔ وہ اس پلید پر لعنت کا حکم دیتے ہیں۔ اور جن کے نزدیک روایات کراہت وندامت اس فعل شنیع پر راجح ہیں وہ اس کی لعنت سے منع کرتے ہیں۔ اور جن علماء کے نزدیک دونوں قسم کی روایات متعارض ہیں اور کسی طرف کو بھی ترجیح حاصل نہیں ہے۔ وہ بنظر احتیاط توقف کرتے ہیں۔ اور یہ قول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اور یہی عندالتعارض علماء پر واجب ہے۔ ہاں شمر وابن زیاد کی رضا اور استبشار اس فعل شنیع پر قطعی ہے۔ من غیر التعارض اس لیے ان کے اوپر لعن کرنے میں کسی کو توقف نہیں ہکذا فی فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۰۶ یہ کلام صرف لفظ لعنت کہنے کے اندر ہے ورنہ مبغوض اور مطرود ہونے میں اس پلید کے کسی کو کلام نہیں۔

****

دوسری فصل

ولایت اور امامت کے بیان میں

سوال ...... ولایت کس کو کہتے ہیں؟

جواب ...... ولایت خدا کی نزدیکی کو کہتے ہیں، کہ جو بعد مجاہدات اور ریاضات شاقہ کے مسلمانوں کو اپنے رب کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔

سوال ...... ولی کسی حال میں انبیاء کے درجہ پر بھی پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔؟

جواب ...... ولی کسی حال میں انبیاء کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ جو کوئی اس کو جائز بھی جانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ ولی کو جو کچھ منزلت اور مقام حاصل ہوتا ہے وہ بواسطہ فیضان نبی حاصل ہوتا ہے۔ غرض ولی تابع نبی ہوتا ہے۔

سوال ...... بعض کا یہ مقولہ جو مشہور ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب ...... اس کے یہ معنی ہیں کہ خود نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ نہ غیر نبی کی ولایت۔ کیونکہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے۔ مگر امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی تردید کی ہے۔

(مکتوب صد و ہشتم دفتر اول)

سوال ...... کیا ولی سے کسی وقت میں تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے؟

جواب ...... جب تک عقل سلامت ہے کسی ولی سے تکلیف شرعی ساقط نہیں ہو سکتی۔ جو کوئی اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ باطل اور مردود ہے۔

سوال ...... کیا اولیاء اللہ سے بالمشافہ (روبرو) کلام الٰہی ہوتا ہے؟

جواب......نہیں ہوتا۔ ہاں البتہ اولیاء اللہ مکرم کیے جاتے ہیں۔ ساتھ الہام کے خدا کی طرف سے۔

سوال......امامت کس کو کہتے ہیں؟

جواب......امامت پیشوائی کو کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق ہر فن کے پیشوا کو امام بولتے ہیں مثلاً نحو کے اندر اخفش اور سیبویہ وغیرہ امام ہیں۔ تجوید میں نافع اور عاصم وغیرہ۔ کلام اور عقائد میں حضرت ابو منصور ماتریدی اور حضرت ابو الحسن اشعری اور فخر رازی و غزالی وغیرہ حدیث میں بخاری و مسلم وغیرہ۔ فقہ میں حضرت ابو حنیفہ و شافعی وغیرہ امام بولے جاتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

غرض یہ لفظ باعتبار اپنے عموم معنی کے سب قسم کے فنون کے پیشواؤں پر صادق آتا ہے حتی کہ نماز کے پیشوا کو بھی امام کہتے ہیں۔ مگر تصوف میں قرب الٰہی کے لحاظ سے امامت ایک خاص منصب ہے جو مخصوص ہے۔ ائمہ اثنا عشر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ۔ یہی وجہ ہے خصوصیت اس لفظ امامت کی ان ذوات عالیات پر۔ پس اہل سنت کے نزدیک دوازدہ امام علی الاطلاق امام ہیں۔ کیونکہ یہ نسبت امامت مع دیگر علوم اور فنون کے ان حضرات میں بطریق اکملیت و ابلغیت واتمیت موجود ہے۔ نہ وہ امامت کہ جو مرادف ہے خلافت اور امارت کی کہ جس کے لیے تصرف فی الارض وشوکت وغلبہ وخزائن وافواج مشروط ہے۔ اسی لیے الزام اس امر کا کافہ خلائق پر ائمہ اطہار سے مروی نہیں بلکہ خاص خاص عزیزوں اور یاروں کو اس فیض سے مشرف فرماتے تھے۔ اور ہر ایک کو بقدر استعداد نوازتے تھے۔ جیسا کہ اب تک اہل سلاسل کے اندر دستور ہے۔ گروہ روافض بے سمجھی سے ائمہ اطہار کے ارشادات کو کہ جو اس امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت عامہ اور استحقاق تصرف ملک و مال کے اندر عائد کر کے ورطہ ضلالت میں جا پڑا۔ اللھم احفظنا من سوء الفھم۔

سوال......اس کی کیا وجہ ہے کہ تمام سلاسل وجمیع فرق اولیاء اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو جو منسوب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ بھی ایک طرف سے منتہی ہوتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو جو پیر ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ان سے یہ سلسلہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔

جواب......اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حامل کمالات ولایت ہیں۔ اسی واسطے وہ باتیں کہ جو ولایت سے متعلق ہیں جیسے تعلیم طریقت۔ القائے نسبت۔ نفس کے مکاید پر تنبیہات۔ زہد اور ورع پر ترغیب۔ سالکین کے حالات اور مقامات کے موافق ارشادات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ مروی ہیں۔ تمام شیوخ طریقت وارباب حقیقت ومعرفت نے آپ کو ولایت محمدیہ کا فاتح اور ولایت مطلقہ انبیاء کا خاتم گردانا ہے۔ پس یہ وجہ ہے جمیع فرق اولیاء اللہ کے آپ کی طرف منتہی ہونے کی۔ اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حامل کمالات نبوت ہیں۔ اس لیے شیخین سے کار انبیاء کہ جو کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور شریعت کو رواج دینا اور دین اور ملت کے کاموں کی اصلاح کرنا ہے۔ خوب تر انجام کو پہنچا۔ پس جس طرح فرق اولیاء اللہ حضرت علی اور ان کی ذریت کی طرف منتہی ہوتے ہیں اسی طرح سلاسل تلمذ فقہائے شریعت ومجتہدین مذہب وملت شیخین اور ان کے نائبوں کی طرف منتہی ہوتے ہیں مثل حضرت عبداللہ بن مسعود ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وعبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہاں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما حامل کمالات ولایت نہیں صرف حامل کمالات نبوت ہیں۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حامل کمالات نبوت نہیں ہیں۔ صرف حامل کمالات ولایت ہیں۔ نہیں ان حضرات کو سب کمالات سے حصہ وافر حاصل ہے۔ مگر خصوصیت ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ ہے پس

جس میں جس شان کے ظہور کا غلبہ ہے وہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ گو باعتبار جامعیت سب کے اندر سب کچھ ہے یہی وجہ ہے کہ چھٹے امام حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باوجود حاصل ہونے نسبت امامت کے جس وقت وہ نسبت خاص صدیقی بوساطت اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پہنچی تو آپ نے یہ فرمایا۔ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ یعنی ابوبکر نے دو مرتبہ مجھ کو جنا ہے۔ اسی طرح حضرت امام الفقہاء سراج امت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باوجود حاصل ہونے کے نسبت کمالات شیخین کے جب اس نسبت امامت کا حصہ کہ جو بطریق وراثت چھٹے امام کو پہنچا تھا۔ امام سے ملا تو امام اعظم ابوحنیفہ نے یہ فرمایا۔ لَوْلَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ۔ اگر دو برس نہ ہوتے تو البتہ نعمان ہلاک ہو گیا تھا۔ ان دو برسوں سے صحبت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہے

غرض ان خصوصیات کے فیضان کا ظہور ان حضرات سے بطریق جامعیت یا بطریق فرادیٰ فرادیٰ اس وقت تک امت کے اندر چلا آ رہا ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔

سوال...... کمالات ولایت کا منشأ کیا ہے اور کمالات نبوت کا کیا؟

جواب ...... کمالات ولایت کا منشأ مرتبہ وحدت اور جمع اور عینیت ہے اور کمالات نبوت کا منشأ کثرت اور تفصیل اور مغایرت ہے۔ پس اولیاء کو آئینہ ملاحظہ افعال الٰہی اور صفات الٰہی کا کہہ سکتے ہیں۔ نہ انبیاء اور ان کے وارثوں کو۔ کیونکہ ان کے کمالات کو سوائے علاقہ عبدیت اور رسالت کے لوگوں کی سمجھ کے اندر دوسرا علاقہ حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی اور ائمۂ طاہرین اور دیگر اولیاء اللہ کے نام پر فاتحہ درود، صدقات، وغیرہ رائج اور معمول ہیں اور شیخین کے نام پر ان معاملات کو کوئی زبان پر نہیں لاتا۔ گو معتقد ان کے فضیلت اور کمال کے ہیں۔

جیسے حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان

مقامات میں کوئی یاد نہیں کرتا۔

(تحفہ اثنا عشریہ)

سوال...... بارہ اماموں میں کون کون ہیں۔ ان کے اسماء مبارک بھی بتلا دیئے جائیں تا کہ یاد کر کے حرز جان بنائیں؟

جواب...... سب سے اول امام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ان کے بعد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ ان کیبعد حضرت امام نقی رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ ان کے بعد امام محمد قاسم ملقب بہ مہدی موعود علی جدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سوال...... محبت اہل بیت کونسا ہے کہ خاتمہ میں دخل ہے کیا یہ صحیح ہے۔؟

جواب...... بے شک صحیح ہے کیونکہ ان حضرات کی محبت مطلوب ہے اور مفروض ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

فرمادیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے نہیں طلب کرتا ہوں اس پر کوئی اجر مگر میرے قرابتیوں کی محبت۔

نص صریح ہے پس تمام قرابتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنی چاہئے خواہ وہ خسر ہوں یا داماد ہوں خواہ ازواج ہوں یا اولاد، کیونکہ یہ سب قرابتی ہیں، ہر ایک کو خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ ہے پس لازم ہے اُمت کو کہ ہر ایک کے ساتھ اُسی علاقہ اور فضائل فرمودۂ نبوی کے موافق محبت اور تعلق رکھے کسی کی فرط محبت میں کسی کی شان کی تنقیص نہ کر بیٹھے، قربان ایسے رسول

کے کہ جس کے ایسے یار باصفا ہوں جس کی ایسی پاک بیبیاں ہوں جس کی ایسی پاک ستھری اولاد ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْ مَحَبَّةَ اَھْلِ بَیْتِهٖ فِیْ صَمِیْمِ قَلْبِیْ۔

سوال...... کیا ولی اور امام تابع نبی ہوتے ہیں۔؟

جواب...... بے شک تابع نبی ہوتے ہیں احکام میں، اور اسرار معرفت آتے ہیں اس پر اللہ کی طرف سے موافق شریعت غرّاء کے۔

سوال...... ولی اور امام بھی معصوم ہوتے ہیں یا نہیں۔؟

جواب...... ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ معصوم سوائے ملائکہ اور انبیاء کے کوئی نہیں، ہاں ان حضرات کی شان حفاظت کی ہے۔ یعنی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔
(کذا فی تحفہ اثنا عشریہ)

سوال...... اس جگہ یہ بھی بتلا دیجئے کہ صحابہ اور ائمہ اطہار کے بعد اولیاء اللہ کے اندر کس کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جمیع اولیاء پر فضیلت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ہے اس واسطے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تمام اولیاء کی گردنوں پر میرا قدم ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن خرقانی کو تمام اولیاء پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عہدِ آدم علیہ السلام سے جس قدر تمام اولیاء اللہ پر اللہ پاک نے نیکی کی ہے تنہا تمہارے پیر پر (یعنی میرے اوپر) کی ہے۔ اور جس قدر سب پیروں کے مریدوں پر نیکی کی ہے، تنہا تمہارے اُوپر کی ہے، یعنی میرے مریدوں پر۔ اسی طرح ہر ایک پیشوایانِ طریقت کی نسبت ایسی فضیلت ثابت کرتا ہے جس میں مقصود دوسروں کی تنقیص ہوتی ہے اس بارہ میں اسلم واحوط عقیدہ کیا ہونا چاہیئے۔؟

جواب...... بھائی فضیلت دو قسم کی ہوتی ہے، جزئی اور کلی۔ جزئی فضیلت ایک کو دوسرے پر ہوا ہی کرتی ہے کلام فضیلت کلی میں ہے اور فضلِ کلی زیادتی قرب

الٰہی کی ہے اور یہ امر باطنی ہے، اس پر اطلاع قطعی طور سے بجز قرآن اور حدیث کے کیونکر ہو۔ اور قرآن وحدیث اس افادۂ قطعیت سے ساکت، کیونکہ ان حضرات کے وجود کتاب اور سنت کے بعد ہوئے، رہا کشف وہ محتملِ خطا۔ اسی واسطے مخالف پر حجت نہیں، اور اقوال مریدین کہ خالی غلوِ محبت پیروں سے نہیں، اعتبار سے ساقط۔ پس طریق اسلم اور احوط یہ ہے کہ علم الٰہی کے سپرد کرے اور یہ سمجھے کہ ہر بزرگ اپنی شان میں یکتا ہے۔ اس سے فردیت اور یکتائی بھی ثابت ہوگئی، کیونکہ جو جس شان اور صفت کا مظہر ہے دوسری شان اور صفت کا مظہر ہو نہیں سکتا۔ اس سے نہ کسی کی تفضیل ہوئی نہ تنقیص۔ اور ان حضرات کے مقولوں کی تاویلیں کی جائیں۔ جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت غوث پاک کے کلام مبارک کی تاویل کی ہے یعنی یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ میرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے یہ کل استغراقی نہیں ہے۔ ورنہ متقدمین میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور متاخرین میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بھی شامل ہوگا۔ حالانکہ ان حضرات کی فضیلت تمام اولیاء امت پر قطعی ہے پس اس کلام سے مراد اس وقت کے اولیاء اللہ ہوں گے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زُبدۃ الآثار میں اکثر مشائخ کے اقوال قید زمانہ کے ساتھ ہی تحریر فرمائے ہیں۔ اسی طرح اور حضرات کے مقولوں کو بھی مؤول سمجھا جائے۔ کسی کی تنقیص نہ کی جائے۔ اور سب کی بزرگیوں کا معتقد رہے۔ اور سب کو اپنا پیشوا جانے اور ان فضولیات سے اپنی زبان کو روکے کہ یہ ضروریات دین میں داخل نہیں ہیں۔ ہٰکذا فی کلمات طیبات۔

سوال...... ولی کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... ولی وہ ہے کہ جس کو معرفت اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی بقدر طاقت بشری حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کامل کرتا ہو اور گناہوں سے دور

بھاگتا ہو۔ دنیا کی لذتوں اور نفس کی خواہشوں کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور ہر حال میں اپنے نبی کا تابع ہو ایسی ذاتوں سے کرامتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ گو یہ شرط ولایت نہیں اور اس میں تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ بجز معتزلہ کے۔

سوال..... کرامت کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب..... کرامت اسم ہے اکرام وتکریم سے۔ اصطلاح میں اُس خرقِ عادت کو کہتے ہیں جس میں نبوت کا دعویٰ نہ کیا جائے۔ جیسے طے کرنا مسافت دور دراز کا تھوڑے عرصہ کے اندر اور غیب سے ظاہر ہونا کھانے پینے کی چیزوں کا۔ اور لباس کا وقت حاجت کے۔ اور پانی پر چلنے اور ہوا پر اُڑنے اور باتیں کرنا بے جان چیزون کا۔ اور پھیر دینا سامنے آئی ہوئی بلاؤں کا۔ اور اُن کے سوا دوسری چیزیں دلیل کرامت کے قائم ہونے پر قرآن اور احادیث اور تواتر اخبار ہے۔ جس کے انکار کی اصلاً گنجائش نہیں۔

(شرح عقائد نسفی)

سوال..... خرقِ عادت کے کیا معنیٰ ہیں۔؟

جواب..... یہ معنی ہیں کہ حکیم مطلق نے اس جہاں میں سب کاموں کو اُن کے سببوں کے ساتھ باندھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت یوں جاری ہے کہ بغیر سببوں کے کاموں کو نہیں پیدا کرتا۔ اس کو عادت کہتے ہیں، اور کبھی اپنی قدرت سے اس عادت کو توڑ کر بغیر سبب کے اپنے بندوں کے ہاتھ پر اُس کام کو پیدا کر دیتا ہے اصل میں خرقِ عادت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے نہ بندوں کا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کا توڑنا بندے سے ممکن نہیں ہے۔ اور خرقِ عادت کی [illegible] قسمیں ہیں۔

اول..... جو پیغمبر سے [illegible] سے پہلے [illegible] اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

دوم..... بعد رسالت [illegible] ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے۔

سوم..... ولی سے اُس کو [illegible] کہتے ہیں۔

چہارم...... جو بعد ولایت کے ہو وہ کرامت ہے۔
پنجم...... کافر سے ہوا سے استدراج کہتے ہیں۔
ششم...... کافر سے اُس کی خواہش اور دعوے کے خلاف ہو وہ خذلان ہے۔
ارہاص پیغمبری کی خبر دیتا ہے اور معجزہ مقابلہ والوں کو عاجز کرتا ہے۔ اور رسولوں کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ اور معونت متقی کے اعمال صالحہ کی زیادتی میں اعانت کرتی ہے۔ اور ولایت کی خبر دیتی ہے اور کرامت ولی کی بزرگی اور نزدیکی مرتبہ کی جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے خبر دیتی ہے اور اس کی ولایت اور اس کے رسول کی رسالت کی تصدیق کرتی ہے اور استدراج ڈھیل دیتا ہے کافر کو جب اُس سے خرق عادت ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے تئیں راستی پر جانتا ہے۔ اور کفر اور طغیانی میں بڑھتا ہے۔ اور خذلان کافر سے آخر میں ہوتا ہے۔ اُس کے جاننے کے خلاف جس سے اُس کی شکست ہوتی ہے اور اُس کو ٹوٹا حاصل ہوتا ہے۔ جیسے مسیلمہ کذاب نے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کنویں میں اپنا لعاب دہن گراتے تھے اگر وہ کھاری ہوتا تو میٹھا ہو جاتا تھا۔ اور جو میٹھا ہوتا تھا تو اُس کے پانی میں لذت اور شرینی زیادہ ہو جاتی تھی۔ دیکھو میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔ پس اُس نے ایک میٹھے کنویں میں اپنا لعاب دہن ڈالا وہ کھاری ہو گیا۔ ہوئی تو یہ بھی خرق عادت کہ جیسا کھاری کا میٹھا ہونا عادت کے خلاف ہے۔ ایسا ہی میٹھے کا کھاری ہونا بھی عادت کے خلاف ہے لیکن اس کے لئے اُلٹی ہوئی جس سے اس کاذب کو شکست فاش حاصل ہوئی۔

سوال...... انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہوتا ہے یا نہیں۔؟

جواب...... اللہ پاک کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ درحقیقت غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کے حق میں ہے پھر اللہ پاک کے بتلانے سے غیب کو جانا۔ پس جو کوئی عطیہ علم غیب کا انبیاء علیہم السلام

کی نسبت مطلق منکر ہے وہ بھی نصوص کا منکر ہے۔ مثال:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

وغیرہ کے جو کوئی علمِ غیب کو انبیاء کی نسبت بالذات مانے وہ بھی نصوص کا منکر ہے مثال:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔

وغیرہ کے پس اگر اقرار ہے تو علمِ غیب عطیہ جناب باری عزاسمہ کا ہے۔ اور اگر انکار ہے تو علمِ غیب بالذات کا ہے۔

فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔



پانچواں باب

آخرت پر ایمان لانے کے بیان میں

سوال......آخرت کس کا نام ہے۔؟

جواب......اس زمانہ محدودہ اور مدت مدیدہ سے عبارت ہے کہ جو بعد موت کے دوزخ و جنت میں داخل ہونے تک پیش آئے یا بعد موت کے تا قیامِ قیامت جس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ وَّرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔(پ ۱۸ ع ٦)

سوال......کیا مر کر آدمی بالکل نیست و نابود نہیں ہو جاتا ہے۔؟

جواب......ہرگز نہیں۔کیونکہ موت نام ہے بدن سے روح کے تعلق قطع ہو جانے کا پس جسم جو بمنزلہ سواری کے تھا وہ چھوٹ جاتا ہے باقی روح جس کو حکماء نفس ناطقہ کہتے ہیں قائم رہتی ہے۔اور اُسی کو سزا اور جزا دی جاتی ہے۔

سوال......بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ دنیا سے اچھے عمل کر کے نہیں جاتے ہیں ان کی روح بعد مرنے کے دوسرے کے بدن میں جو اُس کے عمل کے مناسب تھا۔اِسی عالم میں آ جاتی ہے۔اِس کو وہ تناسخ یعنی آواگون بولتے ہیں۔آیا یہ اُن کا کہنا صحیح ہے یا غلط۔؟

جواب...... بالکل غلط ہے۔کیونکہ سزا اور جزا کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔تا کہ پھر اُس کام سے بچے جس کی سزا پائی ہے۔اب ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ ہر ایک جون بدلنے کے وقت کسی کو بھی یہ علم حاصل ہے کہ میں فلاں جون میں فلاں گناہ کی وجہ سے آیا اور جب یہ علم کسی کو نہیں تو یہ عقیدہ بالکل غلط ہوا۔

سوال...... برزخ میں تا قیامت رہنے کی کیا وجہ ہے۔؟

جواب...... یہ وجہ ہے کہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں کہ جن کا سلسلہ ہنوز اس میت سے منقطع نہیں ہوا جن کو اعمالِ جاریہ کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے کنواں بنوادیا۔ یا مسجد تعمیر کرادی، یا علم دین لوگوں کے اندر پھیلایا وغیرہ وغیرہ تو جب تک اس کا سلسلہ اس عالم میں جاری ہے اُس کو اس کا برزخ میں ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح بُرے عملوں کو بھی قیاس کرلیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔(پ ۳۰ ع ۷)

جان لے گا ہر جی جو کچھ آگے پہنچا اور جو کچھ پیچھے چھوڑا۔

اُخّرتْ میں وہ اعمال داخل ہیں جو بعد اپنے دنیا میں چھوڑ آتا ہے جس کے سبب سے اُس پر دوسرے عالم یعنی برزخ میں سزا و جزا مرتب ہوگی۔ جب تک یکے بعد دیگرے مرنے کا سلسلہ اس عالم میں جاری ہے۔ اُس وقت تک اُس عالم میں یہی سلسلہ ثواب اور عذاب کا جاری ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا الخ(مشکوٰۃ)

یعنی جس شخص نے جاری کیا اچھا طریقہ پس اُس کے لئے اُس کا اجر ہے اور اجر اُس شخص کا جس نے اُس پر عمل کیا۔ اور جس نے جاری کیا بُرا عمل اُس کے واسطے اُس کا گناہ ہے اور گناہ اُس کا جو اُس پر عمل کرے۔

سوال...... قبر یعنی برزخ میں کیا کیا باتیں ہوتی ہیں۔؟

جواب...... منکر نکیر فرشتوں کا میت سے سوال کرنا، ضغطہ قبر ہونا۔ میت کی روح کا اپنے زائرین کو پہچاننا، اور جواب سلام دینا، زندوں کی دعا اور صدقات کا نفع مومنین مردوں کو پہنچنا وغیرہ۔ یہ سب باتیں حق ہیں۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں

بجز شیعہ اور معتزلہ کے۔ کہ اُن کے نزدیک مرکر آدمی مثل جمادات کے ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہاں پر کوئی سزا و جزا نہیں صرف حشر ہی میں سزا اور جزا کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ جمہور کے خلاف ہے۔

سوال...... منکر نکیر دو ہی فرشتے ہیں یا بہت سے ہیں۔؟

جواب...... بعض کے نزدیک دو ہی فرشتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ بہت ہیں۔ پھر اُن میں سے دو شخص ظاہر ہوتے ہیں ہر میت پر۔

سوال...... پھر میت سے کس وقت سوال ہوتا ہے اور اُن فرشتوں کی کیسی صورت ہوتی ہے۔ سب مفصل بیان کیجئے۔؟

جواب...... دفن کر کے جب لوگ چلے آتے ہیں اُس وقت دو فرشتے بہت بڑے قد و قامت کے مہیب صورت سیاہ اور نیلی آنکھوں والے آ کر اُس کو بٹھا کر اُس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے۔؟ اور تیرا دین کیا ہے۔؟ پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص جو تیرے پاس ہے کون ہے۔؟ اگر مسلمان ہے تو جواب میں کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے۔ اور یہ اللہ کے رسول ہیں۔ تب وہ کہتے ہیں کہ تو نے کیسے جانا۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی کتاب کو پڑھا اور سچ جانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے قول میں جو ثابت رکھنا آیا ہے اُس سے اِس جگہ ثابت رکھنا مراد ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ (پ۱۳ع۱۶)

ثابت رکھتا ہے اللہ مومنوں کو ساتھ قول ثابت کے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ

ایک آواز دینے والا آسمان کی طرف سے یہ کہتا ہے۔ سچا ہے میرا بندہ اس کے واسطے فرش بچھاؤ۔ اور اُس کو جنت کے کپڑے پہناؤ۔ اور جنت کی طرف اس کے دروازے کھولو۔ پس دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں سے سرد ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور جہاں تک اس

کی نظر جاتی ہے وہاں تک قبر اُس کی کشادہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اس حدیث میں کافر کا حال ہے۔ اُس کو جواب نہیں آتا ہے۔ پھر سب باتیں مومن کے خلاف اُس کے ساتھ عمل میں آتی ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد میں موجود ہے غرض اس بارہ میں اس کثرت سے احادیث آئی ہیں کہ سب کا مضمون حد تواتر کو پہنچ گیا ہے اگر کوئی عذاب قبر کا منکر ہو تو وہ بدعتی اور ضال ہے۔

سوال ...... سُنا ہے کہ مردہ کو قبر میں ایسا وقت نظر آتا ہے جیسا کہ غروب آفتاب کے وقت ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے۔؟

جواب ...... بے شک صحیح ہے، ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

جب مردے کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو اُس کو آفتاب غروب ہوتا ہوا نظر آتا ہے، تب بیٹھ کر آنکھیں ملتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ ذرا مجھ کو چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں۔

سوال ...... اگر کسی کو شیر پھاڑ ڈالے یا آگ جلا دے وغیرہ وغیرہ تب بھی سوال منکر ونکیر کا ہوتا ہے یا نہیں۔؟

جواب ...... جب بھی ہوتا ہے کیونکہ قبر اس گڑھے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ عالم برزخ کا نام ہے۔

سوال ...... اگر کسی مردہ کو تابوت میں رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کریں تو اُس سے سوال کہاں ہوگا۔؟

جواب ...... جہاں اِس کو دفن کر کے آدمیوں کی غیبوبت ہوگی وہاں سوال منکر نکیر ہوگا۔ اس سے پہلے سوال نہ ہوگا۔ صاحب خلاصہ اور بزازی نے اپنے فتاوی میں تصریح کر دی ہے کہ سوال بعد دفن کے نہیں ہے بلکہ بعد غیبوبت کے ہے۔

(تکمیل الایمان)

سوال......کیا عالم برزخ میں مومنوں کی روحیں ملتی ہیں۔؟

جواب......بے شک ملتی ہیں اور اپنے اقارب کا حال اپنی میت سے دریافت کرتی ہیں ،احمد اور شامی نے اس کو روایت کیا ہے۔

سوال......انبیاء علیہم السلام سے بھی سوال ،قبر میں ہوتا ہے یا نہیں۔؟

جواب......اصح یہ ہے کہ انبیاء سے سوال نہیں ہوتا۔اور اگر ہوتا ہے تو توحید اور احوال امت سے ہوتا ہے۔وہ بھی بطریق تشریف اور تعظیم۔

(تکمیل الایمان)

سوال......کیا مومنوں کے بچوں سے بھی سوال ،قبر میں ہوتا ہے۔؟

جواب...... اکثر یہی کہتے ہیں کہ ہوتا ہے۔لیکن ملائکہ بعد سوال کے جواب تلقین کر دیتے ہیں۔یا اللہ تعالیٰ ان کو الہام کر دیتا ہے۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارہ میں الہام کیا تھا۔(تکمیل الایمان)

سوال......کیا کفار اور مشرکین کے بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے۔؟

جواب......حضرت امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے اِسمیں توقف کیا ہے۔(تکمیل الایمان)

سوال......وہ کون لوگ ہیں جن سے سوالِ قبر نہیں ہوتا؟

جواب......شہداء اور مُرابط فی سبیل اللہ اور جمعہ اور اس کی رات کے اندر مرنے والے اور ہر رات میں سورۂ تبارک الذی پڑھنے والے ،استسقاء اور دستوں کی بیماریوں سے مرنے والے ،یہ لوگ ہیں جو مستثنیٰ ہیں سوالِ قبر سے۔(تکمیل الایمان)

سوال ......بعض بد دین ملحد شبہ مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کرتے ہیں کہ اگر سانپ اور بچھو اور غم والم یا ناز و نعم جیسا کہ احادیث میں اہلِ قبور کے واسطے آیا ہے۔اگر واقعی ایسا ہے تو ہم کو نظر کیوں نہیں آتا۔اِس کا کیا جواب ہے۔

جواب......اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص اسی عالم میں تمہارے پاس سوتا ہے اور وہ

خواب میں دیکھ رہا ہے کہ مجھ کو سانپ نے کاٹ کھایا، یا فلاں دشمن نے مارا، یا آگ میں جلایا وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ اس صدمہ سے پکارتا ہے۔ اور روتا ہے یا دوسرا برعکس اس کے دیکھ رہا ہے۔ تو کیا پاس کے بیٹھنے والے کو اِس کے حال سے کچھ خبر ہو سکتی ہے۔ پس اسی پر ایلام اور انعام برزخ کو بھی تصور کر لو۔

سوال...... کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد دفن کے مسلمانوں کو نظر آتے ہیں؟

جواب...... بے شک نظر آتے ہیں جیسا کہ حدیث کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں:

فَيَقُوْلَانِ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

یعنی پس کہتے ہیں وہ دونوں فرشتے کیا کہتا تھا تو اس آدمی کے حق میں۔ اور اس سے مراد حضور ہوتے ہیں۔

ہذا کا اشارہ دلالت کر رہا ہے کہ حضور بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے ہیں۔ یا بروقت سوال حجاب اٹھا دیئے جاتے ہوں گے۔ بہر حال اس بات پر یقین کرنا چاہیے اور اُس کی کیفیت کو اللہ کے سپرد کرے۔

(اشعۃ اللمعات)

سوال...... تلقین اور تثبیت کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... تلقین جانکنی کے وقت مریض کے سامنے کلمہ پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور میت کے بعد دفن کے جواباتِ منکر نکیر بتلانے کو بھی اور تثبیت شہادتین پر ثابت رکھنے کی دُعا کو کہتے ہیں۔

سوال...... کیا یہ درست ہے۔؟

جواب...... درست ہے بلکہ مستحب ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَافَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ

فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ یُسْئَلُ ـ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوتے دفن میت سے، کھڑے رہتے تھے اور فرماتے تھے استغفار کرو تم اپنے بھائی کے لئے پھر سوال کرو تم اس کے لئے تثبیت کا پس تحقیق وہ اب سوال کیا جائے گا۔

دوسری حدیث میں ہے:

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

سوال...... بعد دفن کے تلقین کس طرح کرے؟

جواب...... اس طرح کرے جیسے حضور نے ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم فرمائی ۔یعنی حضور نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائیوں میں کوئی مرے اور تم اُس کو دفن کر کے خاک اُس پر بکھیر دو۔ چاہیئے کہ ایک آدمی تم میں سے نزدیک اُس کی قبر کے کھڑا رہے اور کہے اے فلاں بن فلانہ، مردہ اس کو سنتا ہے لیکن جواب نہیں دیتا۔ پھر کہے اے فلانے بیٹے فلانی کے اس مرتبہ سنتا ہے اور بیٹھتا ہے قبر میں۔ پھر کہے اے فلاں بن فلانہ اس دفعہ کہتا ہے۔ ارشاد کر مجھ کو رحمت کرے خدائے تعالیٰ تجھ کو، لیکن تم نہیں سنتے ہو، پھر کہے یاد کر اے فلانے اُس کلمہ کو کہ نکلا ہے تو اوپر اس کے دنیا سے۔ یعنی کلمہ شہادت:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اور وہ کہ راضی ہوا ہے تو کہ خدائے تعالیٰ پروردگار تیرا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر تیرے ہیں۔ اور اسلام تیرا دین ہے۔ قرآن تیرا امام ہے۔ جب کہا اُس کو تو منکر نکیر ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کا کہتے ہیں نکلو اس بندہ کے پاس سے۔ کیا کام ہمارا اس بندے کے پاس جس کو اللہ تعالیٰ نے حجت تلقین کی۔ ایک مرد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اگر میت کی ماں کا نام نہیں جانیں تو کیا کہیں ہم۔ فرمایا

کہ نسبت کرو اُس کو طرف حوا کے کہ وہ سب کی اماں ہیں۔

(بیہقی شریف)

اور اس وقت میت کے سر کی جانب سورۂ بقرہ کی اول آیات تا مفلحون اور اس کے پیروں کی جانب آخر آیات یعنی امن الرسول سے آخر تک کا پڑھنا بھی آیا ہے بلکہ ایک مسئلہ فقہ کا ذکر کر دینا بھی باعثِ نزولِ رحمت ہے۔

(مشکوٰۃ و شرح سفر السعادت)

سوال...... ضغطہ کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب...... تنگی اور فشار کو کہتے ہیں۔

سوال...... کیا تنگی اور ضغطہ قبر سب کو ہوتا ہے۔؟

جواب...... سب کو ہوتا ہے مگر مومن کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دردسر کی شکایت کرے۔تب اُس کی ماں نہایت محبت سے اُس کے سر کو نرم نرم دبائے۔اور کافر کو اس طرح ہوتا ہے کہ اُدھر کی پسلی اِدھر اور اِدھر کی پسلی اُدھر کو نکل جاتی ہے۔اور یہ ضغطہ مومن کو تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر دور ہو جاتا ہے۔غرض مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں ایک اُن میں سے ضغطہ قبر بھی ہے۔

سوال...... وہ کیا سبب ہیں جن سے مسلمان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔؟

جواب...... اوّل تو توبہ ہے، دوسرا استغفار ہے، تیسرا اچھے عمل ہیں، چوتھا دُنیا میں کسی بلا میں مبتلا ہونا ہے۔ پانچواں ضغطۂ قبر ہے۔چھٹا مسلمانوں کی دعا ہے۔ساتواں مسلمانوں کا اس سے پیچھے اس کے نام پر صدقہ دینا ہے۔آٹھواں قیامت کے دن کی سختی ہے۔نواں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے، دسواں خود اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔پس ضغطۂ قبر بھی اسی واسطے ہوتا ہے کہ جو کچھ گناہ بمقتضائے بشریت اس سے سرزد ہوئے ہیں وہ اس کے سبب سے معاف کر دیئے جائیں۔

سوال...... ضغطۂ قبر سے بچنے کے لئے بھی کوئی علاج حضور نے بتلا دیا ہے؟

جواب...... ہاں بتلا دیا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ جو کوئی مرض موت میں قل ہو اللہ شریف پڑھے گا وہ فتنہ قبر اور ضغطۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔اور قیامت کے دن اُس کو فرشتے ہاتھوں ہاتھ سے پل صراط سے اتار کر جنت میں لے جائیں گے، یہ حدیث ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے۔

سوال......کیا زندہ مسلمانوں کی دعا اور خیرات مردہ مسلمانوں کے حق میں نافع ہے؟

جواب...... بے شک نافع ہے۔اور یہ قرآن مجید اور احادیث اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ۔(پ ۲۸ ع ٤)

یعنی وہ لوگ جو آئے پیچھے اُن کے، (یعنی مہاجرین اور انصار کے) کہتے ہیں کہ الٰہی ہم کو بخش اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے گذرے ہیں ان کو بخش۔

اور ظاہر ہے کہ یہ دعا اموات کو بھی شامل ہے پس اس دعا سے اگر مردوں کو جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُس کو پچھلوں کے حق میں مدح کر کے نہ فرماتا۔بلکہ یہ دعا عبث شمار کی جاتی۔اور جنازہ کی نماز کا پڑھنا حضور کے عہد مبارک سے اب تک عام مسلمانوں کے اندر چلا آ رہا ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ:

جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھیں اور اُس کی شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔

دوسری روایت میں چالیس مسلمان بھی آئے ہیں۔

طبرانی اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ:

میری امت پر اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہوں گے وہ بہ سبب مسلمانوں کی دعا اور استغفار کے قبر سے بے گناہ ہو کر اٹھیں گے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مردے کو بند کر کے مت رکھا کرو۔ اُس کو جلدی پہنچایا کرو۔ اور اس کے سر کی طرف سے سورۂ بقرہ کا اول اور اس کے پاؤں کی طرف سے سورۂ بقرہ کا آخر پڑھا کرو۔

امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اپنے مُردوں کے پاس یٰسین پڑھا کرو۔

خلال نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ انصار میں جب کوئی مرجاتا تھا تو قرآن شریف اُس کی قبر پر پڑھا کرتے تھے۔

ابومحمد سمرقندی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ:

جو شخص قبرستان میں جا کر گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھ کر مُردوں کو بخش دے تو اُس کو بھی جس قدر مردے وہاں مدفون ہیں اُن کے عدد کے موافق ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص قبرستان میں جا کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھ کر مُردوں کو بخش دے تو تمام مومنین اور مومنات قیامت کے دن اُس کے شفیع ہوں گے۔

بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

جو شخص روزہ اپنے ذمہ لے کر مرجائے تو اس کی طرف سے کوئی قرابت دار ادا کر دے۔

بخاری میں ہے کہ سعد بن عبادہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں مرگئی ہے اگر اب میں اُس کی طرف سے صدقہ دوں تو اُسے نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوگا۔ سعد نے کہا کہ میں گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں مرگئی ہے اُس کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ افضل ہے۔ پس سعد نے اپنی ماں کے نام کنواں کھدوادیا۔ اور بعد تیاری کے یہ بھی زبان سے کہا ''ہذہ لام سعد'' یعنی یہ کنواں سعد کی اماں کے واسطے ہے۔ یعنی اُس کو اس کا ثواب پہنچے۔

غرض مالی اور بدنی خیرات اور صدقات سب کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ جیسا کہ قرآن اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا۔ اور اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے۔ سوائے معتزلوں اور شیعوں کے۔

سوال..... اگر کوئی کافر کسی مردہ کافر کے لئے کچھ صدقہ دے یا دعا کرے یا مردہ مومن کے حق میں دعا کرے یا صدقہ دے تو اُس کا بھی ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔؟

جواب..... کافر کی دعا اور صدقہ کا نہ کافر مُردہ کو کچھ ثواب پہنچتا ہے۔ نہ مسلمان مردہ کو۔ کیونکہ کافروں کی دعا کے بارے میں قرآن ناطق ہے:

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۔(پ ۲۴ ع ۱۰)

نہیں ہے دعا کافروں کی مگر گمراہی میں۔

سوال..... اگر مومن کافر مُردہ کے حق میں دعا کرے یا خیرات دے تب بھی کچھ کافر کو نفع حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔؟

جواب...... اس سے بھی نفع نہیں ہوتا۔ مومن کی دعا اور صدقہ مومن کے ہی حق میں مفید ہے نہ کافر کے حق میں۔

سوال...... تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کس کا نام ہے۔؟

جواب...... اس کا نام ہے کہ تیسرے دن، دسویں دن، بیسویں دن، چالیسویں دن، یا کم زیادہ بعد میت کی موت کے اُس کے وارث بلا شرکت مال یتیموں کے اپنے حلال مال سے اُس کی روح کو کھانے کا ثواب بلا اعتقاد فرض وواجب بخشیں۔ اور اُس کے دوست اور اقارب کلمہ طیبہ اور قرآن شریف جمع ہو کر پڑھیں اور اُس مردہ کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

سوال...... کیا یہ سب جائز اور درست ہیں۔؟

جواب...... بلاشبہ یہ سب جائز بلکہ مستحب ہیں۔ کیونکہ یہ سب ایصالِ ثواب کے ہی طریقے ہیں۔ اور ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن اور احادیث اور اجماع سے ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔ پھر کیا تردد ہے۔

سوال...... بعض یہ کہتے ہیں کہ مطلق ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحب ہونے میں تو کسی طرح کا شبہ نہیں۔ مگر تعین وتخصیص تاریخ اور یوم کے ایصالِ ثواب میں ناجائز ہے یہ کہنا اُن کا کیسا ہے۔؟

جواب...... بدعت ہے اس لئے کہ مطلق ایصالِ ثواب کا وجود دو حال سے خالی نہیں وقتِ معینہ میں ہوگا یا غیر معینہ میں۔ پھر ایک جانب کو ترجیح دے کر اُس کو جائز بتلانا اور دوسری جانب کو ناجائز ٹھہرانا بلا دلیل شرع حکم مطلق کو مقید کر لینا ہے۔ اور یہی احداث فی الدین یعنی بدعت ہے۔ پس یہ عقیدہ نہ کرنا چاہیئے کہ بلا تعین وقت ہی ثواب پہنچتا ہے۔ نہ تعین وقت کے ساتھ اور نہ یہی عقیدہ کرلے کہ تعین وقت کے ساتھ ہی ثواب پہنچتا ہے نہ بلا تعین وقت غرض دونوں طرح سے ایصالِ ثواب درست ومستحب

ہے۔خواہ معین کرکے کرے۔خواہ بلاتعین جس طرح غیر معین کا ثبوت اُوپر گذر چکا اسی طرح تعین وقت بلکہ التزام کے ساتھ شارع سے فعلاً اور قولاً ایصالِ ثواب ثابت ہے ،چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بابِ زیارت القبور کی تیسری فصل کے اندر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فيقولُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَّاتُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ۔اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔

(رواہ المسلم)

یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ ہوتی تھی باری کی رات تو نکلتے تھے پچھلی رات میں طرف بقیع کے۔پس کہتے تھے سلام ہو تمہارے اُوپر اے گھروں کے اہل قوم مومنین اور آ ئی تمہارے پاس وہ چیز کہ وعدہ کئے گئے تھے تم۔قیامت تک کومہلت دیے گئے ہو تم اور خدا نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں۔اے اللہ بخش اہل بقیع غرقد کو۔

پس اس حدیث شریف سے ایصالِ ثواب کا ثبوت بہ تعین زمانی و مکانی مع التزام بخوبی ثابت ہوگیا۔یعنی راتوں میں باری کی ہی راتوں کا تعین۔اوقات میں پچھلی ہی رات کے وقت کا تعین پھر اس پر التزام کہ جس پر کلما کان دال ہے۔

دوسری حدیث شریف،ثبوتِ تعینِ یوم کے اندر اور لیجئے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِىْ كُلِّ جُمْعَةٍ غُفِرَلَهٗ وَكُتِبَ بِرًّا ۔

(مشکوٰۃ شریف)

یعنی جس نے اپنی ماں باپ کی قبر کی ہر جمعہ کے اندر زیارت کی یا ایک کی ان دونوں

میں سے تو اُس کے لئے بخشش ہے اور لکھا جاتا ہے نیکو کار۔

پس رد ہو گیا یہ کہنا کہ تعینات وتخصیصات کے ساتھ ایصالِ ثواب ناجائز ہے اور ثابت ہو گیا کہ اِن تعینات وتخصیصات کے ساتھ بھی ایصالِ ثواب سنت ہے نہ بدعت اور نہ حرام۔

سوال ...... خاص تیسرے دن اور دسویں دن اور چالیسویں دن اور برسویں دِن کے ایصالِ ثواب کا بھی ثبوت ہے یا نہیں۔

جواب...... ہاں ہے تفسیر عزیزی میں سورہ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ کی تفسیر میں وَالۡقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ کے نیچے مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ قبر کے اندر بعد دفن کے جو حالت مردہ کی ہوتی ہے۔ اُس کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

مدد زندگان بمردگان دریں حالت زود میرسد او مردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف می باشند و چنان گمان می برند کہ ہنوز زندہ ایم ولہذا در حدیث شریف احوال قبر وارد است کہ مردہ مسلمان درآنجا می گوید کہ دعونی اصلی (چھوڑ دو مجھ کو تا کہ میں نماز ادا کروں) ونیز وارد است کہ مردہ دراں حالت مانند غریقے است کہ انتظار فریادرسی می برد وصدقات وادعیہ دریں وقت بسیار بکار می آید۔ ازیں جاست کہ طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند۔

مدد زندوں کی مردوں کو اس حالت میں جلد پہنچتی ہے اور مردے منتظر مدد ملنے کے اس طرف سے رہتے ہیں اور ایسا گمان کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں احوال قبر کے اندر وارد ہے کہ مسلمان اُس جگہ کہتا ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو تا کہ نماز ادا کروں اور یہ بھی وارد ہے کہ مردہ اُس حالت میں مانند ڈوبنے والے کے ہوتا ہے کہ فریاد رسی کا انتظار کرتا ہے صدقے اور دعائیں اُس وقت میں بہت کام آتی ہیں۔ اس جگہ سے کہ گروہ اولاد آدم ایک برس تک اور خاص کر یک چلہ تک موت کے بعد اس نوع کی امداد کے

اندر کوشش تمام کرتے ہیں۔

اس عبارتِ شاہ صاحب سے تیجے اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں اور سہ ماہی اور ششماہی و برسی سب کا ثبوت کامل نکل آیا۔

اسی طرح مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

روز سویم بخانہ اہل عزا رفتن و دعاے خیر کردن و طعام فرستادن سنت است از آنکہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بروز سویم بخانہ آل جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف بردو فرزندان جعفر را دلداری نمود دعاے خیر کرد و مرایشان را طعام فرستاد۔ انتھی۔

تیسرے دن اہل عزا (یعنی ماتم والوں) کے گھر میں جانا اور دعائے خیر کرنا اور کھانا بھیجنا سنت ہے۔ اُس سبب سے کہ حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے دن آلِ جعفر ابن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور فرزندانِ جعفر کو دلداری کی اور دعائے خیر کی اور اُن کو کھانا بھیجا۔

تذکرۃ الحق میں لکھا ہے کہ:

در ریاض القاصد است کہ در جامع الفقہ از مجموع الروایات است۔ اما اگر کسے از ملک خود طعام می کند و خلق را می خوراند بے شبہ حلال است زیرا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروح حمزہ رضی اللہ عنہ سوم روز و دہم روز و بستم روز و چہلم روز و ششماہی و سالانہ طعام داد۔ وصحابہ نیز ہمچنیں کردند۔ انتھی

ریاض القاصد میں ہے کہ جامع الفقہ کے اندر مجموع الروایات سے ہے۔ اگر کوئی ملک اپنی سے کھانا پکا کر کھلاوے بلا شبہ حلال ہے اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے روح حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیسرے دن دسویں دن، بیسویں دن، چالیسویں دن اور چھ ماہی اور برسی کو کھانا دیا۔ اور صحابہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

برسی اور عرس نزدیک قبر کے زیارت میں یہ اور وہ خاص حدیث جس کو مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جواب مولانا عبدالحکیم پنجابی پیش کی ہے جو چاہے (زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح میں دیکھ لے) فقیر بھی لکھ کر اس بحث کو ختم کرتا ہے۔

اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ رَاسَ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ ۔

تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبور شہدائے احد پر ہر سال کے شروع تاریخ میں تشریف لاتے پس فرماتے سلام ہو جیو تمہارے اوپر بہ سبب اُس چیز کے کہ صبر کیا تم نے پس اچھا گھر ہے آخرت کا اور چاروں خلیفہ بھی ایسا کرتے رہے۔

(اخرجہ ابن ابی شیبہ فی مسندہ عن عباد بن ابی صالح وابن المنذر وابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ)

اس حدیث شریف سے ایصالِ ثواب سالانہ اور مقابر اولیاء اللہ پر سال بسال حاضر ہونا کہ عرس عبارت اسی سے ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا۔

سوال...... اس تحقیق سے بے شک یہ تو ثابت ہو گیا کہ ایصالِ ثواب معین اور غیر معین سب طرح درست ہے۔ مگر اکٹھے ہو کر پڑھنے کا ثبوت اچھی طرح نہیں ملا۔ لہٰذا اس کا ثبوت حدیث شریف اور فقہ سے اور دے دیا جائے کیونکہ بعض یہ کہتے ہیں کہ علیحدہ علیحدہ ہی پڑھنا آیا ہے جمع ہو کر پڑھنا ناجائز ہے؟۔

جواب...... اکٹھے ہو کر پڑھنے کی ترغیب تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ۔جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا مَارِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حَلَقُ الذِّکْرِ ۔(مشکوٰۃ شریف)

یعنی جب گزرو تم جنت کے باغوں میں۔ پس کھاؤ تم۔عرض کیا صحابہ نے جنت کے باغ کیا ہیں۔فرمایا ذکر کے حلقے۔لفظ "فارتعوا" سے تاکید بھی ثابت ہے۔

اور رسالہ تحقیق حق المبین کے اندر حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ حاشیہ ہدایہ یہ عبارت تحریر فرمائی ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ وَّزَمَانٍ وَّيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ وَ يَهْدُوْنَ ثَوَابَهٗ لِمَوْتَاهُمْ وَعَلٰى هٰذَا اَهْلُ الصَّلَاحِ وَ الدِّيَانَةِ مِنْ كُلِّ مَذْهَبٍ مِنَ الْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ فَكَانَ اِجْمَاعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ۔

تحقیق مسلمان ہر عصر اور ہر زمانہ میں جمع ہوتے رہے ہیں اور قرآن پڑھتے رہتے ہیں اور اپنی میت کے لئے ثواب کے تحفے بھیجتے رہتے ہیں اور اسی پر ہیں صلاح اور دیانت والے ہر مذہب کے، مالکی، شافعی وغیرہ سے اور اس کا کوئی منکر انکار نہیں کرتا ہے۔ پس ہو گیا اجماع اہل سنت کے نزدیک برخلاف معتزلوں کے۔

اس سے ثابت ہے کہ کل اہلسنت یعنی چاروں مذہب والوں کا اس پر اجماع ہو چکا اور خلاف اُس کے معتزلوں کا مذہب ہے جیسا کہ عبارت شارح ہدایہ سے ظاہر ہے۔غرض سب طرح سے بلاشبہ ایصال ثواب سنت ہے۔خواہ تعینات اور تخصیصات کے ساتھ ہو یا بلا تعینات و تخصیصات اکٹھا ہو کر ہو۔یا علیحدہ علیحدہ ایک ہی جانب کی ترجیح بلا مرجح ہے جو ہرگز قابل قبول اہل علم نہیں۔

سوال...... مولود شریف کرنا کیسا ہے؟

جواب...... بہت اچھا ہے۔موجب ثواب ہے۔

سوال...... بعض علماء منع کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب...... نفس ذکر میلا د خیر العباد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو کوئی بھی منع نہیں کر سکتا۔اس

لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عبادت ہے۔ ہاں قیود زائدہ مثل قیام ذکر ولادت شریف وتزئین مکان خوشبو وتقسیم شیرینی وغیرہ کو البتہ بعض علماء منع کرتے ہیں۔ اور اکثر علمائے محبین ان سب قیود کے ساتھ باحسن نیت وکسب حلال جائز بلکہ مستحب فرماتے ہیں۔ مانعین کی دلیل خیر القرون میں اس ہیئت کذائی کا نہ ہونا ہے۔ سو اس کا جواب بدعت کی بحث میں گذر چکا۔ مجوزین کی دلیل اجماع اور توارث ہے۔ جس کا ثبوت مجوزین کے رسائل میں بکثرت موجود ہے۔ مگر اس میں بھی افراط وتفریط سے بچے۔ نہ حرام اور بدعت سیئہ کہے اور نہ فرض ......اور واجب سمجھے۔ مستحسن جانے ۔جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فیصلہ فرمایا۔

سوال...... غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا ہے۔؟

جواب...... بلاشبہ درست ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔(پ ۲ ع ۳)

صبر اور نماز سے مدد مانگو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ صبر اور صلوٰۃ غیر اللہ ہیں۔ اور اس کی تائید حضرت عیسٰی علیہ السلام کے قول ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ'' سے ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف۔

سوال...... بعض دلیل میں ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ '' کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس میں مفعول مقدم ہونے کی وجہ سے فائدہ حصر کا حاصل ہوا۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ سوائے خدا کے کسی سے مطلق مدد مانگنا جائز نہیں۔ یہ کیونکر ہے۔؟

جواب...... اگر اس آیت شریف کے یہی معنی ہیں تو پھر حکیم اور ڈاکٹر سے دفع مرض کے لئے بھی مدد طلب کرنا حرام ہوگا۔ مظلوم کو بروقت حق طلبی وایذادہی ظالم پر حکام

سے چارہ جوئی کرنا بھی ناجائز ٹھہرے گا۔ حالانکہ یہ سب استعانت جائز اور مسنون ہیں۔

سوال...... وہ لوگ ان سب کو درست بتلاتے ہیں۔ مگر مردہ انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔؟

جواب...... بھائی جس آیت شریف سے آپ نے اُن کا استدلال ظاہر کیا ہے۔ اس میں زندہ اور مُردہ کی قید کہاں ہے۔ دوسرے اولیاء اور انبیاء قطعاً زندہ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۔(پ ۲ ع ۳)

اور نہ کہو تم اُس شخص کے واسطے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا ہے مردہ، بلکہ وہ زندہ ہے مگر تم کو اس کی زندگی کا شعور نہیں۔

اس سے دونوں قسم کے شہید مراد ہیں۔ یعنی شہید اصغر اور شہید اکبر۔ جیسا کہ تذکرۃ الموتیٰ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:

کہ ایں حکم مخصوص بشہداء نیست انبیاء وصدیقاں از شہداء افضل اند واولیاء ہم در حکم شہداء اند کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبراست الخ۔

یعنی یہ حکم شہیدوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے انبیاء اور صدیق شہداء سے افضل ہیں ۔اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں کیونکہ انہوں نے نفس کے ساتھ جہاد کیا ہے کہ جو بڑا جہاد ہے۔

سوال......شہید اصغر کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب......شہید اصغر وہ ہے جو کفار سے جہاد کر کے مرے۔

سوال......شہید اکبر کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب...... شہید اکبر وہ ہے جو نفس کافر سے جہاد کر کے مرے۔ نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد اکبر فرمایا ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔

رجوع کی ہم نے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف۔

یہ اُس وقت کا فرمان ہے جب کہ آپ ایک غزوہ سے تشریف لائے تھے ۔پس اولیاء اللہ اِس جہادِ اکبر کی وجہ سے حسب فرمودہ نبوی شہید اکبر ہوئے۔ اور جہاں ان دونوں جہادوں کا اجتماع ہو کر مرنا ہو تو پھر اُس کی زندگی کا کیا ٹھکانا ہے۔ پس درحقیقت یہ استمداد حقیقی زندوں سے ہوئی نہ مردوں سے عجب اندھیر ہے کہ جو درحقیقت زندہ ہیں مردہ مانے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر اور حکیم کافر جو درحقیقت مردہ ہیں زندہ مانے جاتے ہیں۔ اور برعکس حکم لگایا جاتا ہے العجب العجب حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ السامی کو لوگ بحالت نزع تلقین کرنے لگے تو آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا سبحان اللہ کیا اُلٹی بات ہے کہ زندہ کو مردے تلقین کرتے ہیں ۔یہ لوگ ایسے زندہ ہیں۔

سوال...... اچھا اب آپ ہی فرمائیے کہ "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" میں جو مفعول مقدم ہے جس سے بقاعدہ نحوی حصر کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بھی درست ہو جائیں اور یہ سب اعتراضات بھی اُٹھ جائیں۔

جواب...... بھائی اِس کے یہ معنی ہیں کہ مدد حقیقی تو تجھ ہی سے طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ عون حقیقی تو تجھی کو ثابت ہے، ایسی امداد تیرے ہی ساتھ مختص ہے باقی دوسروں سے استعانت مجازی ہے۔ جو محض مظاہر عون سے ہیں۔ پس استعانت غیر اللہ سے اس طرح پر کہ اعتقاد مستقل اُس غیر پر ہو اور اس کو مظہر عون الٰہی سے نہ جانے۔ بلاشبہ

حرام بلکہ شرک ہے۔اور اگر التفات محض بجانب حق ہے اور اس کو ایک مظہر مظاہر عون سے جان کر اُس سے استعانت طلب کرے تو ایسی استعانت مشروع اور جائز ہے تمام اولیاء اور انبیاء اس قسم کی استعانت کرتے رہے ہیں یہ استمد اداور استعانت درحقیقت غیر سے نہیں ہے بلکہ اُسی سے ہے۔ھکذا فی تفسیر فتح العزیز۔اب تو معنی حصری بھی درست ہو گئے۔اور سب اعتراض بھی اٹھ گئے۔خلاصہ یہ ہے کہ مستقل حاجت روا کسی کو سمجھ کر مدد طلب کرے گا تب تو ناجائز اور حرام ہے اور مسلمان کے ساتھ ایسا گمان کسی طرح درست نہیں۔ورنہ جائز اور درست ہونے میں کسی طرح کا کلام نہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد مانگنے کی تعلیم فرمائی ہے۔طبرانی میں عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے:

اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا وَّ اَرَادَ عَوْنًا وَّ ھُوَ بَاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادِ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَّا یَرَاھُمْ۔

یعنی تم میں جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہیئے یوں پکارے۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔پس تحقیق اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں وہ نہیں دیکھتا۔

سوال......اولیاء اللہ کے مزاروں پر سفر کر کے جانا درست ہے یا نہیں۔؟

جواب...... بے شک درست ہے۔

سوال...... بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

تَشُدُّوْ الرِّحَالِ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔

نہ باندھو تم کجاوے مگر تین مسجدوں کی طرف۔ایک مسجد حرام کہ مسجد مکہ ہے۔دوسرے مسجد رسول کہ مسجد مدینہ ہے۔تیسری مسجد اقصیٰ کی بیت المقدس ہے۔

اس حدیث سے سفر کر کے زیارت قبور انبیاء و اولیاء اللہ کے لئے جانا منع ہے۔یہ کیونکر ہے۔؟

جواب......اس حدیث شریف میں انبیاء اور اولیاء کے مزاروں پر ہی جانے کی ممانعت کی تخصیص کہاں ہے اگر ممانعت ہے تو کل سفروں کی ہے۔نہ تجارت کو کہیں جانا جائز رہا نہ شادی غمی میں کسی رشتہ دار وغیرہ کے یہاں جانا درست رہا۔نہ طلب علم میں سفر کر کے جانا جائز رہا۔غرض سب سفر حرام ہو گئے۔حالانکہ ایسا نہیں۔اس حدیث شریف کے بھی معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔بھائی یہ بھی نحو کا قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ متصل کا مستثنیٰ منہ محذوف اس کی جنس سے ہوا کرتا ہے تو اس حدیث میں مستثنیٰ منہ مساجد کا لفظ محذوف نکلے گا۔اُس وقت یہ معنی ہوں گے کہ مقرر کر کے کسی مسجد کی طرف نہ جایا جائے سوائے اِن تین مسجدوں کے۔اب سارے سفر درست ہو گئے۔صرف مساجد کی نیت سے سفر کرنا ناجائز ٹھہرا۔جیسے داتا دربار کی جامع مسجد میں دوسرے شہروں سے زیارت یا الوداع کی نماز پڑھنے کے لئے دور دراز کا سفر اختیار کر کے آتے ہیں۔وہ بموجب اس حدیث شریف کے ناجائز ٹھہرا۔نہ اور سفر جس میں سفر زیارت قبور اولیاء اللہ بھی داخل ہے اب تو آپ خوب سمجھ گئے۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

چھٹا باب

قضااورقدر پرایمان لانے کے بیان میں

سوال......قضااورقدر کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب......قضا حکم ازلی کو کہتے ہیں اورقدر لایزال کے اندر اُس کے وقوع کو۔اس معنی کے مطابق قضا قدر سے سابق ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ۔(پ۱۳ع۱۲)

مٹا دیتا ہے اللہ جو چاہتا ہے۔اور لکھ دیتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اوراس کے پاس ہے ام الکتاب۔

اس جگہ محو اور اثبات عبارت ہے قدر سے اور عندہ ام الکتب اشارہ ہے قضا سے۔اوراس کے برعکس بھی ہے۔یعنی قدر بمعنی تقدیر ازلی کے جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ (خشک ہو گئے قلم اس پر کہ جو ہونے والا ہے) عبارت اُس سے ہے اور قضا اُس تقدیر کے موافق پیدا کرنے کا نام ہے جیسا کہ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ (پ۲۴ع۱۶) اَیْ خَلَقَهُنَّ (پس پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو)۔اس پر دال ہے۔پس اس صورت میں تقدیر قضا پر سابق ہوئی۔

(اشعۃ اللمعات)

سوال......ایمان قضااورقدر پر لانے سے کیا مراد ہے۔؟

جواب......یہ مراد ہے کہ جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے۔خیر اور شر سے اور کردار بندوں سے۔وہ سب اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ارادہ اور مشیت کے ساتھ ہے اور سب کا خالق وہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ازل میں اپنے علم اور ارادہ ازلی کے ساتھ تقدیر

یعنی اندازہ کرلیا کہ فلاں وقت فلاں مکان میں فلاں شے بُری یا بھلی نافع یا مضر ہوگی کوئی ذرہ اُس کی تقدیر سے باہر نہیں رہا۔اب ایک پتہ بھی اُس کے حکم کے خلاف حرکت نہیں کرسکتا۔

لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔

نہیں حرکت کرتا ہے ایک ذرہ مگر اللہ کے حکم (اذن) کے ساتھ۔

حتی کہ کفر اور ایمان طاعت اور عصیان سب اُسی کی مشیت اور ارادہ کے موافق اُسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔کیونکہ جب ہماری ذوات مخلوق ہیں تو ہماری صفات اور افعال بھی مخلوق بالضرور ہونے چاہئیں نہ یہ کہ ہماری ذوات کا تو خالق اور افعال کے ہم خالق کہ اس میں شائبہ شرک کا پایا جاتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ ۔(پ۲۳ ع۷)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

دوسری جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۔(پ۱۳ ع۷)

یعنی اللہ تعالیٰ کل چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

جس کے اندر جواہر اور اعراض سب ہی آ گئے پس عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ کل جواہر اور کل اعراض جن میں بندے اور اُن کے اعمال بھی داخل ہیں سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

(شرح عقائد نسفی)

سوال ...... جب سب شے اُسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔حتی کہ کفر اور ایمان طاعت اور عصیان تو پھر بُرائی بھلائی کہاں رہی۔؟

جواب...... بھلائی خلق اور شے ہے اور حکم اور شے۔ بُرائی بھلائی اشیاء کی اُسی کے حکم سے ثابت ہوئی۔ نہ خلق سے۔ پس بُری شے کا پیدا کرنا ہرگز بُرا نہیں۔

سوال...... اگر بندوں کے افعال کا اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا تو یہ افعال مثل مرتعش یعنی رعشہ والے کے خود بخود سرزد ہوں۔ حالانکہ ہماری حرکت اور مرتعش کی حرکت میں بدیہی فرق ہے یعنی ہماری حرکت اختیاری ہے مرتعش کی اضطراری۔ یہ کیونکر ہے۔؟

جواب...... یہ دلیل فرقہ جبریہ کے ردّ میں ہوسکتی ہے جو بندوں کو بالکل بے اختیار اور مجبور محض جانتے ہیں۔ ہم اہل سنت تو باوجود غیر خالق ہونے کے بندوں کے لئے اختیار بھی ثابت کرتے ہیں جس پر عذاب اور ثواب مرتب ہے۔ پس ہمارے نزدیک حرکت اضطراری اور افعال اختیاری میں فرق ہے۔

سوال...... پھر قدریہ اور اہل سنت میں کیا فرق ہوا۔ دراں حالیکہ وہ بھی بندوں کو فاعل مختار کہتے ہیں اور یہ بھی۔؟

جواب...... یہ فرق ہے کہ قدریہ بندوں کے لئے اختیار مستقل ثابت کرتے ہیں اور خود بندوں کو ہی اپنے افعال کا خالق سمجھتے ہیں اور ہم اہل سنت غیر مستقل اختیار ثابت کرتے ہیں۔ اور باوجود اِس کے اپنے افعال کا خالق اُسی کو سمجھتے ہیں۔ ان دونوں فرقوں یعنی جبری اور قدری کا مذہب بوجہ افراط اور تفریط کے باطل اور مردود ہوا۔ کہ ایک نے بندے کو مجبور محض سمجھ لیا اور دوسرے نے قادر مستقل مذہب حق امر متوسط ہے کہ جو درمیان ان دونوں کے ہے۔ ولیکن اس امر متوسط کے دریافت کرنے کے اندر حیران اور سرگرداں ہے اور فی الحقیقت یہ حیرانی اور سرگردانی اہل بحث اور جدال کے لئے ہے کہ جو معتقدات کو عقل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ عقل کی حقیقت کے دریافت کے لئے کافی نہیں۔ اگر حقیقت ہر امر کی دریافت کر لینے کے اندر عقل

کافی ہوتی تو بعثت انبیاء کی کیا ضرورت تھی۔ پس ہم اہل ایمان کی دلیل قطعی قرآنی اس مدعاء کے ثبوت کے لئے کافی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔

اور نہیں ہے اللہ کہ ظلم کرے اُن پر ولیکن وہی ہیں کہ ظلم کرتے ہیں اپنی جانوں پر۔ (پ۲۱ع۴۳)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ (پ۲۳ع۷)

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے افعال کو پیدا کرتا ہے۔

ان دونوں آیات قرآنی نے صاف طور سے ثابت کر دیا نسبت خلق کو خدا کی طرف اور نسبت عمل کو بندوں کی طرف۔ پس اعتقاد اِس امر متوسط کا ضروری ہوگیا۔ جیسا کہ امام عارفاں ابوعبداللہ جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ اباء الکرام نے فرمایا:

لَا قَدْرَ وَلَا جَبْرَ وَلٰكِنْ اَمْرٌ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ۔

نہ قدر ہے نہ جبر ہے ولیکن ایک امر ہے درمیان دونوں امروں کے۔

اسی امر متوسط کو شرع میں کسب سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کا اطلاق سوائے فعل عباد کے اور کسی پر نہیں آتا۔ پس کاسب ہونے کی وجہ سے شارع کی طرف سے کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم کیا جاتا ہے اور بروقت صدور افعال اختیاریہ اس کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ یہ امر و نہی بحکم ربوبیت اور عبودیت ہے اور بُرائی بھلائی کے ساتھ عذاب اور ثواب اپنے ملک میں تصرف ہے۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۔

کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۔(پ ۱۷ ع ۲)

نہیں سوال کیا جاتا اُس چیز سے کہ کرتا ہے اور وہ سوال کئے جائیں گے۔

سوال...... استطاعت کس کو کہتے ہیں۔

جواب...... لفظ استطاعت دو معنی میں مستعمل ہے ایک تو بمعنی سلامتی آلات واسباب جس پر صحتِ تکلیف کا دارومدار ہے۔ دوسرے بمعنی قدرت کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے اندر رکھی ہے جس کے سبب سے افعال اختیاری سرزد ہوتے ہیں۔ سو یہ شرط ہے۔ افعال کے ادا کرنے کے لئے سلامتی آلات واسباب کے بعد۔ اور یہ قدرت بعد ارادہ مصمم کرنے کے خاص اُس کام کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس نیک کام کی قدرت عطا کرتا ہے اور بدکام کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کو بدکام کی قدرت بخشتا ہے۔ پس جس زانی نے زنا کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حسب عادت اُس کو اُس کی قدرت دی تو گویا اُس زانی نے نیک کام کی قدرت کو زائل کر دیا۔ اگر زنا کا ارادہ نہ کرتا بلکہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرتا تو حسب عادت اللہ تعالیٰ اُس کو نماز کی قدرت عطا کرتا۔ پس اسی سبب سے یہ بندہ بُرائی اور عذاب کا مستحق ہوا۔ نہ بھلائی اور ثواب کا۔ اسی طرح جو شخص جس چیز کے لئے آلات اور اسباب نہیں رکھتا تو گویا اُس کو اُس کام کی استطاعت نہیں۔ سو بوجہ عدم استطاعت اللہ کی طرف سے اُس وقت محکوم بھی نہیں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔(پ ۳ ع ۸)

نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی استطاعت کے موافق۔

اور اگر آلات اور اسباب رکھتا ہو تو گویا اُس کو اُس چیز کی استطاعت ہے اب اُس کے کرنے کی بھی تکلیف بندہ کو دی جاتی ہے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔(پ ۴ ع ۱)

یعنی اللہ کے واسطے ان لوگوں پر کہ جو کعبہ تک جانے کی طاقت رکھتے ہیں حج فرض ہے۔

سوال......اثر فعل کا خالق کون ہے۔یعنی جس کسی نے تلوار ماری یا لکڑی تو اِس مارنے کا تو کاسب بندہ ٹھہرا مگر بعد میں جو اس تلوار سے سر جُدا ہو گیا یا لکڑی سے درد پیدا ہوا تو اُس کا خالق خدا ہے یا بندہ۔؟

جواب......اِس درد اور موت کا بھی خالق وہی مالک الملک ہے اُسی کے ارادہ اور خلق سے ایسا ہوا۔اگر وہ چاہتا تو نہ اُس کا سر جدا ہوتا اور نہ درد پیدا ہوتا۔بندہ کا اس میں اتنا بھی دخل نہیں جتنا مارنے کے اندر تھا۔مارنے کے وقت تو یہ کاسب بھی تھا۔اس کے اندر نہ کاسب ہے، نہ خالق کیونکہ بعد مارنے کے اُس کو طاقت نہیں کہ درد کو روک دے یا موت کو۔معتزلہ کے نزدیک تو یہ مارنے کے وقت بطریق مباشرت فاعل یعنی خالق ہوتا ہے اور موت کے وقت بطریق تولید۔اور ہمارے نزدیک تلوار اور لاٹھی موت اور درد کے وقوع کے لئے اسباب ہیں۔جیسے ہمارا اختیار وقوع فعل کا سبب ہے پس جس قدر افعال اختیاری اور اضطراری ممکنات کے ممکن ہیں اوّل سب کا وقوع بحسبِ تقدیر ازلی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ولیکن بایں ہمہ وہ اچھے کام سے راضی اور بُرے کام سے ناراض ہے۔اور جن اچھے افعال سے وہ راضی ہے انہیں کے کرنے کا حکم دیتا ہے۔اور جن سے وہ ناراض ہے ان کے کرنے کا وہ حکم نہیں دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو وہ تم سے راضی

ہوگا۔(پ۲۳ع۱۵)

اور فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔(پ۱۴ع۱۹)

یعنی اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا۔اور نزدیک والوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحش اور بُرے کاموں اور بغاوت سے۔

پس ارادہ اور مشیت اور چیز ہے اور حکم کرنا اور راضی ہونا اور چیز۔

سوال...... جب سب کچھ اُسی کی طرف سے ہے تو پھر ہدایت کی نسبت انبیاء اور اولیاء اور علماء کی طرف، اور ضلالت اور گمراہی کی نسبت نفس اور شیطان کی طرف کیسے ہے۔؟

جواب...... یہ نسبت مجازا ہے۔عرف میں جو چیز جس کا سبب ہوتی ہے اُس کی طرف اس کام کو مجازاً نسبت کرتے ہیں۔مثلاً دوا نے شفا دی۔پانی نے سیر کردیا، آگ نے جلا دیا وغیرہ وغیرہ۔حالانکہ شفا کا خالق بھی وہی ہے جو دوا کا خالق ہے اگر وہ چاہتا تو دوا کے بعد شفا نہ دیتا۔جیسے کہ اکثر ہوتا ہے۔مگر مجازاً شفا کو دوا کی طرف جلانے کو آگ کی طرف، سیر کرنے کو پانی کی طرف نسبت کیا۔پس مشرک اور موحد میں فرق یہی ہے کہ موحد دوا کو سبب شفا کا اور آگ کو سبب جلانے کا اور پانی کو سبب سیر کرنے کا جانتا ہے اور مشرک خود ان چیزوں کو ؎

بیں تفاوت راہ کجا ست تا بکجا

سوال...... منکر تقدیر کون ہے۔؟

جواب...... کافر ہے۔تقدیر پر ایمان لانے پر احادیث کا مضمون حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ ہر شخص کی جگہ جنت یا دوزخ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے۔صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا عمل کرنا چھوڑ دیں اور لکھے ہوئے پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں۔آپ نے فرمایا کئے جاؤ جس جگہ کے لئے جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اُس کو اُسی کے موافق عمل آسان کر دیئے ہیں۔نیکوں کو نیک عمل آسان ہو جاتے ہیں اور بدوں کو بد۔

امام احمد اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:

قدریہ لوگ اس امت کے مجوس ہیں،اگر بیمار ہوں تو اُن کی عیادت مت کرو،اور اگر مر جائیں تو اُن کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔

اس مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ قیل وقال نہ کرے۔اور عقل سے اس کی حقیقت دریافت کرنے کی کوشش نہ کرے ورنہ گمراہ ہو جائے گا۔اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث سے منع فرمادیا۔چنانچہ ایک بار دو شخصوں کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سُن کر حالتِ غضب میں حضور باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے:

کہ پہلی اُمتوں کے لئے اکثر گمراہی اسی قیل وقال سے ہوئی ہے اور فرمایا کیا میں اسی لئے آیا ہوں؟ میں تاکید سے کہتا ہوں کہ آئندہ پھر ایسا نہ کرنا،یاالٰہی جن چیزوں سے تو ناخوش ہے اُن سے ہم کو دور رکھ۔اور جن کاموں سے تو خوش ہے اُن کاموں کی بطفیل اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم توفیق عطا فرما۔آمین ثم آمین

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ساتواں باب

قیامت پر ایمان لانے کے بیان میں

سوال...... قیامت کس کو کہتے ہیں۔؟

جواب...... قیامت اُس دن میں اُٹھنے کو کہتے ہیں جس دن اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کو فنا کر دینے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ پھر مظلوم کا ظالم سے انتقام لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر سینگ والی بکری نے بغیر سینگ کی بکری کو مارا ہے یا چیونٹی نے ناحق دوسری چیونٹی کو رنج پہنچایا ہے اِسی کو حشر ونشر اور یوم بعث ونشور بھی بولتے ہیں۔ تمام قرآن اور احادیث اس پر ناطق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ۔(پ ۲۱ ع ۶)

اور وہی ہے جو اول مرتبہ پیدائش کرتا ہے پھر دوبارہ کرے گا اور وہ بہت آسان ہے اُس پر۔

اور عقلاً بھی ایسا ہونا محال نہیں۔ کیونکہ جو اول مرتبہ عدم سے وجود میں لایا وہ دوبارہ بھی ازروئے عقل ایسا کرنے پر قادر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی الزاماً یہی فرماتا ہے:

اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى۔(پ ۲۹ ع ۱۸)

کیا اللہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

پس منکر اس کا کافر ہے اور جو کچھ اس کی علامتوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے وہ سب حق ہیں۔

سوال......وہ کیا کیا علامتیں ہیں۔؟

جواب...... قیامت کی علامات دو قسم کی ہیں۔ایک تو وہ ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے تاظہور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہور میں آئیں گی اُن کو علاماتِ صغریٰ کہتے ہیں۔دوسری قسم کی علامات وہ ہیں جو بعد ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام تانفخِ صورِ اوّل ظہور میں آئیں گی۔اُن علامات کو کُبریٰ کہتے ہیں۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

پہلی فصل

قیامت کی صغریٰ علامات کے بیان میں

سوال...... صغریٰ علامتیں کیا کیا ہیں۔؟

جواب...... منجملہ علاماتِ صغریٰ قیامت کے یہ ہیں۔علم اٹھ جائے گا۔جہل زیادہ ہوگا۔زنا اور شراب خوری اور مزامیر کی کثرت ہوگی۔عورتیں بہت مرد کم ہوں گے۔یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کاروبار کرنے والا ایک مرد ہوگا۔صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

کہ پہلے قیامت سے جھوٹے لوگ بہت پیدا ہوں گے۔پس بچو تم اُن کے شروں سے۔

دوسری حدیث ترمذی میں ہے کہ

جب محصول ملک کا دولت کے لئے لیا جائے اور زکوٰۃ ادا کرنے کو ڈنڈ اور جرمانہ تصور کریں اور امانت کے مال کو لوٹ کا مال سمجھ کر دبا بیٹھیں۔علم دنیا کے کمانے کے لئے حاصل کریں۔مرد جورو کا مطیع اور ماں کا نافرمان ہووے۔باپ کو دور ڈال دے اور یاروں سے دوستی کرے۔مسجدوں میں چلاویں اور قبیلہ کا سردار فاسق ہو۔اور ہر قبیلہ میں ارذل انہوں کا یعنی بداصل لالچی بد خلق کمینہ بنایا جائے۔اور سپرد کی جائیں خدمتیں اور کام ان لوگوں کے ذمہ جو اُس کی لیاقت نہ رکھیں۔اور تعظیم کی جائے آدمی کے ایذاء پہنچانے کے خوف سے اور باجے اور گانے والیاں عام ہو جائیں۔شرابی بہت ہو جائیں۔امت کے اگلے لوگوں کو پچھلے لوگ لعنت کریں۔پس اُس وقت انتظار کریں سخت آندھی کا کہ سرخ رنگ کی ہوگی

۔اور زلزلے اور زمین کا دھنس جانا اور صورتوں کا تبدیل ہونا، اور پتھروں کا آسمان سے برسنا اور دوسری علامتیں اس طرح پے درپے آئیں گی جس طرح ہار کا دھاگہ ٹوٹ کر اُس کے دانے گرا کرتے ہیں لونڈی بچوں کی کثرت ۔نو دولتوں کی سرداری کہ جو علم اور ادب سے خالی ہوں گے زنا اور لونڈے بازی اور لہولعب کا مسجد کے اندر ہونا بجائے سلام کے بروقت ملاقات گالی گلوچ سے پیش آنا۔کم ہونا علم کا، جھوٹ بولنے کو ہنر جاننا، دلوں سے امانتوں کا دور ہونا فاسقوں کا علم سیکھنا، حیا اور شرم کا اُٹھ جانا، کفار کا ہجوم مسلمانوں پر ہر طرف سے ہونا، ظلم وستم کا رواج ہونا۔جھوٹی حدیثوں اور بدعات شنیعہ کا شیوع ہونا، جب یہ باتیں پائی جائیں گی اُس وقت قوم نصاریٰ کئی ملکوں پر متصرف ہو جائے گی۔

ابوداؤد میں معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

بیت المقدس کی آبادی مدینہ منورہ کی خرابی کا سبب ہے اور خرابی مدینہ منورہ کی فتنہ پیدا ہونے کا سبب ہے۔اور فتنہ کا نکلنا فتح قسطنطنیہ کا سبب ہے۔اور فتح قسطنطنیہ دجال کے نکلنے کا سبب ہے پھر آپ نے اپنا ہاتھ معاذ کی ران یا مونڈھے پر مار کر فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَحَقٌّ كَمَا اَنَّكَ هٰهُنَا اَوْ كَمَا اَنَّكَ قَاعِدٌ۔

یعنی یہ یقینی ہے جیسے تیرا ہونا، یا بیٹھنا یہاں یقینی ہے۔

ابوداؤد میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

قریب ہے کہ اور اُمتیں پے درپے تمہارے اوپر آئیں گی جیسے کھانے والے آتے ہیں بڑے پیالے پر۔ایک شخص نے عرض کیا ہم لوگ اُس زمانہ میں شائد کم ہوں گے ۔آپ نے فرمایا نہیں تم اُس زمانہ میں بہت ہوگے۔لیکن تم ایسے ہو گے جیسے میل کچیل دریا کی پانی پر ۔اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت کو تمہارے دشمنوں کے دلوں سے نکال ڈالے گا

۔اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دے گا۔ایک شخص بولا یارسول اللہ! سستی کیوں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی کراہت سے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں اس حدیث کے راوی بھی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں کہ فرمایا صادق ومصدوق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ گروہ کے گروہ میری اُمت کے مشرکوں سے مل جائیں اور قبیلے کے قبیلے میری امت کے بت پرستی کریں۔

ذرا آنکھ کھولیں اور اس حدیث کے مضمون پر وہ مسلمان غور کریں ۔جو ہندوؤں کے اندر ضم ہورہے ہیں۔



دوسری فصل

قیامت کی کبریٰ علامات کے بیان میں

سوال......کبریٰ علامات کیا کیا ہیں۔؟

جواب......درج ذیل ہیں۔

☆......حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور۔

☆......دجال لعین کا نکلنا۔

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول فرمانا۔

☆......یاجوج ماجوج کا نکلنا۔

☆......مغرب سے آفتاب کا نکلنا۔

☆......دابۃ الارض کا نکلنا

☆......دھویں کا پیدا ہونا۔ ☆......ہوا کا چلنا۔

☆......خسف زمین ہونا تین جگہ۔ ☆......آگ کا نکلنا۔

سوال......مسلمان امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہاں پائیں گے۔؟

جواب......درمیان رُکن اور مقام ابراہیم کے طواف بیت الحرام کرتے ہوئے پائیں گے اُس وقت ایک جماعت مسلمانوں کی اُن کو پہچانے گی اور اُن کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرے گی۔ وقت بیعت کے ایک آواز آسمان سے آئے گی۔ اس عبارت کے ساتھ

هٰذَا وَلِیُّ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ فَاتَّبِعُوْهُ۔(المستدرک)

یعنی یہ مہدی ہیں اللہ کے ولی پس سنو اور تابعداری کرو۔

سوال......امام مہدی رضی اللہ عنہ کا حلیہ کیسا ہوگا۔؟

جواب ...... قد آپ کا مائل بادرازی ہوگا۔ چہرہ مبارک روشن ہوگا، بینی شریف بلند ہوگی۔ پیشانی مبارک پر ایک نشان ہوگا۔ کہ وہ مثل ستارہ کے چمکے گا۔ زبان مبارک میں قدرے لکنت ہوگی۔ کہ وقت کلام کرنے کے کبھی ہاتھ ران پر ماریں گے۔

سوال ...... کیا حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں گے؟

جواب ...... بلاشبہ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذریت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوں گے۔ اور بموجب ایک روایت کے خاص حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سوال ...... ظہور کے وقت آپ کی عمر کیا ہوگی۔؟

جواب ...... چالیس برس کی ہوگی۔

سوال ...... آپ کے والدین شریفین کا کیا نام ہوگا۔؟

جواب ...... آپ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ غرض سیرت میں مشابہ تر ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ صورت میں۔

(رواہ ابوداؤد)

سوال ...... کیا ان علامات کے علاوہ اور بھی علامات ہوں گی جن سے امام کی خوب شناخت ہو جائے گی۔؟

جواب ...... ہاں ہوں گی۔ اور وہ یہ ہیں۔ آپ کا سر مبارک پر ابر کا سایہ ہونا۔ ابدال اور اولیاء شام اور عراق کا آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ اُس خزانہ کا کہ جس کا نام تاج الکعبہ ہے اور جو کعبہ میں مدفون ہے نکال کر مسلمانوں پر تقسیم کرنا۔ قلعہ قسطنطنیہ کا دوسری بار فتح کرنا۔ جاہل کا آپ کی صحبت شریف میں ایک رات کے اندر عالم اور فاضل ہو جانا۔ اسلام کو ضعف سے قوت اور دین کو موت سے حیا عطا کرنا تمام مذاہب باطلہ

کا نیست اور نابود کر دینا۔ عدالت اور انصاف سے تمام زمین کو پُر کر دینا۔ آپ کی مدد کے واسطے خراسان سے لشکر کا نکلنا۔ جس کا مقدمۃ الجیش منصور نامی ہوگا۔ آپ کا مختون اور مطہر پیدا ہونا۔ پیدا ہوتے ہی شہادتین کے ساتھ بآواز رفیع تکلم کرنا۔

سوال...... کیا حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ بھی ہوگی۔؟

جواب...... بے شک ہوگی۔ اور ایسی ہوں گی کہ کسی سے نہیں ہوئی ہوں گی۔ تمام نصاریٰ ہر طرف سے فوجیں جمع کر کے آپ کے مقابلہ میں آئیں گے۔ اُس وقت لشکر نصاریٰ کے اسی (۸۰) نشان ہوں گے۔ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار آدمی ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مکہ معظمہ سے کوچ کر کے مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ بعد زیارت روضۂ مقدس حضرت جدِ امجد روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف روانہ ہوں گے اور وہاں سے دمشق پہنچیں گے۔ اُس وقت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر تین فرقوں پر منقسم ہو جائے گا۔ ایک لشکر نصاریٰ کے خوف سے فرار ہو جائے گا دوسرا منحرف ہو کر متفرق ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ اس فرقہ کی توبہ کبھی قبول نہیں فرمائے گا۔ اور ایک فرقہ آپ کے ہمراہ ہو کر نصاریٰ سے جنگ عظیم کرے گا۔ بعض اُن میں سے شہید ہوں گے۔ اور بعض مظفر و منصور ہوں گے ان شہداء کا مرتبہ شہدائے بدر اور اُحد کے برابر ہوگا اور نصاریٰ کو شکست عظیم حاصل ہوگی۔ اور بے شمار نصاریٰ مارے جائیں گے۔

سوال...... اس کے بعد کیا ہوگا۔؟

جواب...... اس کے بعد امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسطنطنیہ کی طرف متوجہ ہوں گے اور بفضل اللہ تعالیٰ اس شہر کو فتح فرمائیں گے۔ ابتدائے بیعت حضرت امام سے اِس فتح تک چھ سات سال گذریں گے۔ بعد فتح کے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کے بندوبست کرنے میں مصروف ہوں گے۔ کہ اچانک دجال لعین کے نکلنے کی خبر مشہور

ہوگی۔ حضرت امام شام کی طرف کوچ فرمائیں گے اوّل نوسوار اِس خبر کی تحقیقات کے لئے بطور طلیعہ روانہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان سواروں کے نام اور اِن کے باپوں کے اور قبیلوں کے نام اوران کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں ۔وہ روئے زمین کے بہترین آدمیوں میں ہیں ۔تحقیق سے یہ خبر جھوٹی معلوم ہوگی ۔پس حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی چھوڑ کر آہستگی اختیار فرمائیں گے چند دِن ہی گزریں گے کہ دجال لعین نکل پڑے گا۔

سوال......دجال کون ہوگا؟

جواب......دجال قوم یہود میں سے ایک مرد ہے۔لقب اس کا مسیح ہے۔یہ مردود کافر ہے پہلے اس کا ظہور درمیان شام اور عراق کے ہوگا اُس جگہ دعویٰ نبوت کرے گا پھر اصفہان میں آئے گا ۔ستر ہزار یہودی اُس کے رفیق ہوں گے ۔یہ دعویٰ خدائی کا شروع کرے گا۔اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی طرف بلائے گا۔تمام زمین پر پھرے گا ۔بہت سے استدراج امتحان مخلوق کے لئے اُس سے ظاہر ہوں گے۔

سوال......بعض یہ کہتے ہیں کہ دجال پادری لوگ ہیں اور گدھا ریل ہے یہ ان کا کہنا کیسا ہے۔؟

جواب......دجال دجل سے ہے جس کے معنی خلط اور مکر اور خدع اور تلبیس کے ہیں پس جس کے اندر ان معانی کا ظہور ہوا اُس کو باعتبار معنی دجال کہہ سکتے ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آخر زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے۔تمہارے پاس حدیثیں لائیں گے جس کو تم نے اور تمہارے باپوں نے نہیں سنا ہوگا سو تم اپنے کو اُن سے بچانا اور ان کو اپنے سے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اُس کی شرح یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک جماعت ہوگی کہ جو اپنے کو مکر اور خدع اور تلبیس کے ساتھ علماء اور مشائخ اور اہل

اصلاح اور نصیحت کی صورت میں ظاہر کرے گی تا کہ وہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور آدمیوں کو اپنے باطل مذہب اور فاسد راؤں کی طرف بلائیں۔ پس جو شخص ایسا ہو وہ بلاشبہ باعتبار معنی دجال ہے۔خواہ وہ علمائے نصاریٰ سے ہو یا کسی اور سے۔لیکن باوجود اِس کے اُس خاص دجال کے وجود کا اقرار جس کا ذکر خصوصیت سے احادیث کثیرہ کے اندر آیا ہے ضروری ہے پس وہ دجال دجال اکبر ہے اور دوسرے دجال، دجال اصغر۔وہ دجال اکبر ایک شخص ہے جس کا حضور نے حلیہ تک بھی بیان فرمادیا ہے

۔

سوال......دجال کا حلیہ کیسا ہوگا۔؟

جواب......قد بہت لمبا چوڑا ہوگا۔ایک آنکھ مطلق نہ ہوگی۔یعنی آنکھ کا نشان تک نہ ہوگا اسی سبب سے اُس کو مسیح کہتے ہیں۔دوسرے رُخ میں آنکھ ہوگی۔مگر پھولا نکلا ہوگا۔مثل انگور کے دانہ کے یا کانا ہو۔درمیان دونوں کندھوں کے بال نیزے کی مانند کھڑے ہوئے ہوں گے۔دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا۔ک ف ر اور وہ گدھے پر سوار ہوگا جس کا رنگ مائل بسبزی یا بسرخی ہوگا۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَابَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا۔

قاموس میں قمرہ کے معنی یہ لکھے ہیں کہ سیاہ رنگ مائل بسرخی یا بسبزی۔اس قدر وضاحت پر بھی اس خاص دجال کے وجود اور اُس کے گدھے کے وجود کا انکار سراسر گمراہی ہے۔

سوال......دجال اب کہاں ہے۔؟

جواب......دریائے طبرستان کے جزائر میں بحکم الٰہی محبوس ہے۔

سوال......پہلے نکل کر کہاں آئے گا اور کیا کرے گا۔؟

جواب......ایک پہاڑ پر آئے گا پھر وہاں بیٹھ کر ایک آواز لگائے گا جو ہزار فرسنگ پر

پہنچے گی پھر دوسری بار پکارے گا۔ مثل رعد عظیم کے کہ اُس آواز کو سب ابرار اور اشرار سنیں گے۔ایک عالم جن کوشق ہونا ہے۔اُس کی طرف رجوع لائے گا۔ساڑے تین دن تک وہاں رہے گا جب لشکر کثیر معہ دیگر اسباب اضلال کے جمع ہو جائے گا تب ظہور کرے گا اور ملک خدا میں فتور اور فتنہ برپا کرتا ہوا ہر جگہ پھرے گا۔اُس وقت میں مسلمانوں کو روٹی پانی کا کام تسبیح وتہلیل دے گی۔یعنی بھوک پیاس اُس سے رفع ہوگی ۔پھر وہ یمن میں آئے گا۔وہاں سے مکہ مکرمہ کی طرف جائے گا۔لیکن بہ سبب محافظت ملائکہ کے مکہ معظمہ میں نہ آسکے گا۔پھر مدینہ منورہ زادہا اللہ تعظیماً وتشریفاً کا قصد کرے گا۔اور مدینہ طیبہ کے قریب جبل اُحد کے پاس ڈیرہ لگائے گا۔اور مدینہ منورہ کے اُس وقت سات دروازے ہوں گے۔ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے۔وہاں بھی داخل نہ ہوگا۔تب وہاں سے بیت المقدس کی طرف کہ جہاں امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے روانہ ہوگا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کو جمع کر کے اس سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوں گے کہ اتنے میں صبح کے وقت سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔گویا اُن کے بالوں سے موتی جھڑتے ہیں۔

سوال......پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اُتر کر کیا کریں گے۔؟

جواب......صبح کی نماز حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھیں گے۔پھر دجال لعین کو خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُس مقام میں کہ جو باب لُد کے نام سے نامزد ہے ماریں گے۔حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے دم میں وہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جائے گی وہ فوراً مر جائے گا۔جب دجال اور اُس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر فرمائیں گے اور جن کو دجال کے شر سے مصیبت پہنچی ہوگی۔ان کو تسلی دیں گے اور ان کے

نقصان کی الطاف اور عنایات سے تلافی فرمائیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے حکم سے خنزیر قتل کئے جائیں گے۔ صلیب جن کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑی جائیں گی۔ اُس وقت کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے گا اور سوائے قتل اور اسلام کے دوسرا حکم نہ ہوگا۔ سب کافر مسلمان ہو جائیں گے۔

سوال...... دجال کا شر اور فساد زمین پر کب تک رہے گا۔؟

جواب...... چالیس روز تک۔ ان چالیس دنوں میں ایک دن ایک سال کے برابر، اور دوسرا دن ایک ماہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی ایام معمولی دنوں کے برابر ہوں گے۔ دجال لعین استدراج سے حبس شمس کردے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اُس دن کہ جو برابر ایک سال کے ہوگا نماز ایک سال کی ادا کریں یا کہ ایک دن کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اٹکل اور اندازہ سے ایک سال کی نمازیں پڑھنا کیونکہ واقعہ میں وہ ایک سال ہوگا۔
(مشکوٰۃ شریف)

سوال...... امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ کتنے سال کا ہوگا۔؟

جواب...... سات سال کا یا آٹھ سال کا۔ یا نو سال کا۔ اس حساب سے آپ کی عمر شریف سنتالیس یا اڑتالیس یا انچاس سال کی ہوگی۔ یہ اختلاف بحیثیت اختلاف روایت ہے۔ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ سات سال بافراغت خلافت کے ہوں گے آٹھواں سال تدبیر جنگ وجدال کے اندر گزرے گا۔ اور نواں سال مصاحبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے مسلمان آپ کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور دفن کردیں گے۔

سوال...... بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام اختیار حکومت کس کے سپرد ہوگا۔؟

جواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد ہوگا۔ اور عالم کی حالت اُس وقت بہت اچھی ہوگی کہ یکا یک وحی نازل ہوگی کہ میں اب ایک ایسی قوم کو دنیا میں نکالتا ہوں کہ جس سے کسی کو لڑائی کی طاقت نہیں ہے۔ تم میرے بندوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حسب الحکم مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جائیں گے کہ قوم یاجوج ماجوج نکل پڑے گی۔

سوال...... یاجوج ماجوج کون ہیں؟

جواب...... بنی آدم ہیں اولادِ یافث پسرِ نوح علیہ السلام سے۔ (مدارک وبیضاوی)

سوال...... بعض یہ کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج انگریز اور رُوس ہیں یہ کہنا اُن کا کیسا ہے؟

جواب...... بالکل غلط اور گمراہی ہے علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ المعتمد فی المعتقد کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ جو کوئی یاجوج ماجوج کی تاویل علاوہ ان کے دوسرے کی نسبت کرے وہ گمراہ ہے۔

سوال...... اب یہ قوم کہاں ہے؟

جواب...... ہفت اقلیم سے باہر جانب شمال رہتی ہے۔ وہاں دریائے شور ہے کہ پانی اس دریا کا بہ سبب شدت سردی کے جما ہوا ہے اس وجہ سے کشتی وغیرہ کا وہاں گزر نہیں ہوسکتا۔ وہاں پر دو پہاڑ مشرق اور مغرب کی جانب بہت بلند واقع ہوئے ہیں اُن کے درمیان سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار آہنی پہاڑ کی چوٹی تک قائم کر دی ہے وہاں پر وہ محبوس ہیں۔ یہودیوں کے کہنے سے کفار قریش نے ذوالقرنین کے قصہ کو بطور امتحان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا جس کے جواب میں ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کی دیوار کا قرآن میں بھی ذکر آیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سولھویں پارہ سورۂ کہف کے اندر فرماتا ہے:

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا۔(پ ۱۶ ع ۲)

انہوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج وماجوج زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اوران میں ایک دیوار بنا دیں۔

سوال......سد سکندری کی لمبائی، چوڑائی وبلندی کس قدر ہے۔؟

جواب......لمبائی سو یا ڈیڑھ سو فرسنگ کی، چوڑائی پچاس میل کی اور بلندی اس دیوار کی دوہزار آٹھ سو باع کی ہے۔جس وقت یہ دیوار نہایت استحکام کے ساتھ تیار ہوگئی تو حضرت ذوالقرنین نے اس کار خیر کی انجام دہی پر سجدہ شکر الٰہی ادا کیا اور اپنی قوم کو خطاب کرکے کہا:

هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا۔(پ ۱۶ ع ۲)

یہ مہربانی ہے پروردگار میرے کی۔پس جب آئے گا وعدہ پروردگار میرے کا کردے گا اس کو ریزہ ریزہ اور ہے وعدہ میرے رب کا سچا۔

(تفسیر اسرار الفاتحہ)

سوال......یاجوج ماجوج کس قدو قامت کے ہیں۔؟

جواب......یاجوج ماجوج دو گروہ ہیں۔اور ہر گروہ تین صنف پر منحصر ہے۔ایک صنف کا قد طول میں ایک سو بیس گز کا اور عرض کمتر ہے۔دوسری صنف کا قد طول اور عرض میں برابر ہے۔یعنی ایک سو بیس گز کا ہی طول اور اسی قدر عرض۔اور تیسری صنف کا قد ایک بالشت سے چالیس گز تک کا ہے۔اس صنف اخیر کے کان اُن کے قدموں کے برابر ہیں۔وقت سونے کے ایک کو بچھا لیتے ہیں اور ایک کو اوڑھ لیتے ہیں۔

سوال......کیا ان کے اندر بھی موت وزندگی ہے۔؟

جواب......ہاں اُن کے اندر بھی لوگ ہماری ہی طرح سے پیدا ہوتے ہیں اور مرتے ہیں لیکن اس گروہ کا کوئی آدمی جب تک اپنے صلیب سے ہزار آدمی نہیں دیکھ لیتا ہے نہیں مرتا ہے بلکہ علامت موت ان کی یہی ہے۔(مدارک)

سوال......کیا ان کے اندر بادشاہ بھی ہیں۔؟

جواب......ہاں ہیں۔جن کے لقب یہ ہیں۔طولان۔اتجع۔طارون۔ساقہ۔جب اس قوم کو سدِ سکندری توڑ کر اللہ تعالیٰ اِس طرف لائے گا تو پہلے طولان معہ اپنے لشکر کے نکلے گا۔کثرت اس لشکر کی اس قدر ہوگی کہ بحیرہ طبریہ کا تمام پانی پی جائیں گے جو سات کوس سے دس کوس کے اندر ہے۔پھر دوسرا گروہ نکلے گا تو وہ بحیرہ طبریہ کو دیکھ کر یوں کہے گا کہ شائد یہاں کبھی پانی بہتا ہوگا۔غرض مور و ملخ کی طرح یہ گروہ پھیل پڑے گا۔اور بہت کچھ ظلم فساد، قتل اور غارت گری اور مردم خوری اُن سے ظہور میں آئے گی۔جب ملک شام میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین میں کسی کو نہیں چھوڑا۔اب آسمانی مخلوق کو بھی ماریں۔اس ارادہ سے آسمان کی طرف پتھر پھینکیں گے۔حق تعالیٰ ان پتھروں کو خون آلودہ کرکے واپس زمین پر ڈال دیگا۔اس سے وہ بہت خوش ہوں گے کہ اب سوائے ہمارے کوئی باقی نہیں ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے لشکر پر قحط اس درجہ ہو جائے گا کہ ایک سری سو دینار کو نہ ملے گی۔اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعا فرمائیں گے اور مسلمان آپ کے اصحاب آمین کہیں گے۔پس حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کے اندر طاعون پیدا کردے گا کہ ایک رات میں سب ہلاک ہو جائیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جانور پرند دراز گردن دراز جثہ پیدا کرے گا کہ وہ بعض کو کھائیں گے اور بعض کو دریا

میں پھینک دیں گے۔ پھر بارش عظیم ہوگی۔ چالیس دن تک جس کے سبب سے اُن کی تعفن اور بدبو سے نجات ملے گی۔ اور روئیدگی وغیرہ میں بھی بکثرت برکت ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک انار ایک قبیلہ کو سیر کردے گا۔ اُس کے بعد ایسی آسائش مسلمانوں کو ملے گی کہ زندے آرزو مُردوں کی کریں گے کہ کاش وہ بھی ہوتے اور تمام زمین پر سوائے مسلمانوں کے کوئی کافر نہیں ہوگا۔ کینہ اور عداوت دل سے اُٹھ جائے گا۔ تمام لوگ طاعت اور احسان کی طرف مصروف ہوجائیں گے۔

(تفسیر مظہری، تفسیر یسیر)

سوال...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کب تک زمین پر زندہ رہیں گے۔؟

جواب...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس یا پینتالیس برس تک حسب اختلاف روایات زندہ رہیں گے امام عادل اور حاکم مصنف ہوکر۔

سوال...... کیا آپ اپنی زندگی میں نکاح بھی کریں گے۔؟

جواب...... ہاں کریں گے اور آپ سے اولاد بھی ہوگی۔

سوال...... آپ جب سفر آخرت اختیار فرمائیں گے تو کہاں مدفون ہوں گے۔؟

جواب...... ہمارے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے اندر مدفون ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔

(مشکوٰۃ شریف)

پس دفن ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس میرے مقبرہ میں۔ پس میں اور حضرت عیسیٰ ایک مقبرہ میں اٹھیں گے درمیان ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے۔

سوال...... پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کون خلیفہ ہوگا۔؟

جواب...... ایک مرد یمنی قحطانی ... اس کی امارت عادلہ صالحہ

ہوگی۔

سوال......پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟

جواب......ججاہ کے بعد چند بادشاہ اور پیدا ہوں گے۔ پھر آدمیوں میں رسوم کفر و جہل شائع ہوں گی۔ علم کم ہو جائے گا۔ پھر ایک مکان مغرب میں اور ایک مکان مشرق میں جہاں منکرانِ تقدیر رہتے ہوں گے۔ زمین میں دھنس جائے گا۔ پھر دھواں آسمان سے نمودار ہوگا۔ اور چالیس روز تک رہے گا جس سے مسلمانوں کو زکام ہوگا آواز بیٹھ جائے گی۔ کافروں اور منافقوں کو بیہوشی طاری ہو جائے گی۔ کسی کو دو دن میں اور کسی کو تین دن میں آفاقہ ہوگا۔ پھر مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا۔

سوال......مغرب سے آفتاب کب طلوع ہوگا؟

جواب...... ماہ ذی الحجہ میں یوم النحر کے بعد رات نہایت دراز ہوگی۔ یہاں تک کہ بچے چلا چلا اُٹھیں گے۔ اور مسافر تنگدل ہو جائیں گے۔ اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے۔ مگر صبح نہیں ہوگی۔ لوگ ہیبت اور قلق سے بے قرار ہو کر نالہ زاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے جبکہ اس رات کی درازی چار رات کے برابر ہو جائے گی۔ اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے۔ تب قُرصِ آفتاب (سورج کی ٹکی) تھوڑے سے نور کے ساتھ جیسا کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا۔ اور اتنا بلند ہو کر غروب ہو جائے گا جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے۔ پھر حسب دستور مشرق کی طرف سے طلوع کرے گا اس کے بعد پھر کسی کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔ اگر کافر کفر سے یا گنہگار گناہ سے توبہ کرنا چاہے تو اب قبول نہیں۔ یہ مضمون بکثرت احادیث میں آیا ہے پھر اس کے بعد دابۃ الارض نکلے گا۔

سوال......دابۃ الارض کس کا نام ہے؟

جواب......ایک جانور کا نام ہے۔

سوال...... یہ جانور کس شکل کا ہوگا۔؟

جواب...... عجب شکل کا ہوگا۔ سراس کا مثل گائے کے ہوگا۔ منہ اُس کا مثل چہرہ آدمی کے ہوگا آنکھ اس کی مثل آنکھ خنزیر کے ہوگی۔ اور کان ہاتھی کے کان کے مانند اور سینگ اُس کے بارہ سینگے کے سے۔ اور گردن اُس کی اونٹ کی گردن کے مانند اور سینہ شیر کے سینہ کے مشابہ۔ رنگ اُس کا چیتے کا سا۔ ہاتھ اُس کے بندر کے سے۔ دُم اس کی گائے کی دُم کی مانند۔ قد ساٹھ گز ہوگا۔ کلام اُس کا نہایت فصیح ہوگا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اور دوسرے میں انگوٹھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہوگی۔

(تفسیر اسرار الفاتحہ واشعۃ اللمعات)

سوال...... یہ جانور کب نکلے گا۔؟

جواب...... مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کے دوسرے دن نکلے گا۔

سوال...... کس جگہ ظاہر ہوگا۔؟

جواب...... پہلے ایک بار یمن میں اور دوسری بار نجد میں ظاہر ہوکر غائب ہوجائے گا پھر تیسری بار مکہ مکرمہ میں کوہ صفا زلزلہ میں آکر شق ہوگا۔ اور یہ جانور اچھی طرح اُس صورت اور شکل کے ساتھ جیسا کہ بیان ہوا ظاہر ہوگا۔ قرآن اور احادیث سے اس کا نکلنا اور کلام کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۔(پ ۲۰ ع ۲)

یعنی جب کہ واقع ہوگا لوگوں پر خدا کا حکم اُن کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا اُن سے کہ لوگ قرآن کی آیات پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

جب قیامت کی تین علامتیں پائی جائیں گی پھر کسی کا اس وقت ایمان لانا اور نیکی کرنا اُس کو نفع نہ دے گا۔ اور وہ تین علامتیں یہ ہیں۔

☆......آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔

☆......دجال کا ظاہر ہونا۔

☆......دابۃ الارض کا نکلنا۔ (مسلم شریف)

سوال......عصائے موسیٰ اور مہر سلیمانی سے یہ دابۃ الارض کیا کرے گا؟

جواب......مومنوں کی پیشانی پر عصائے موسوی سے ایک خط نورانی کھینچے گا۔ جس سے تمام چہرے ان کے منور ہو جائیں گے۔ اور درمیان دونوں آنکھوں کے مُؤْمِنٌ بِاللّٰهِ لکھ دیا جائے گا۔ اور کافروں کی دونوں آنکھوں کے درمیان مہر کر دے گا اور دونوں آنکھوں کے درمیان کَافِرٌ بِاللّٰهِ لکھ دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپس میں مومن کافر کہہ کر پکارا کریں گے۔ اور یہ جانور اس قدر جلدی تمام شہروں میں پھر جائے گا کہ کوئی ڈھونڈنے والا اس کو نہیں پاسکتا اور نہ کوئی بھاگنے والا اُس سے رہائی حاصل کر سکے گا۔
(تفسیر اسرار الفاتحہ)

سوال......طلوع آفتاب اور خروج دابۃ الارض کے اور نفخہ اولیٰ کے مابین کس قدر فاصلہ ہوگا؟

جواب......ایک سو بیس برس کا۔ (رسالہ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ)

سوال......دابۃ الارض کے غائب ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

جواب......شام کے وقت ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی۔ جو بغل میں درد پیدا کرے گی۔ افضل کا فاضل سے پہلے اور فاضل کا ناقص سے پہلے اور ناقص کا فاسق سے پہلے مرنا شروع ہوگا۔ یہاں تک کہ کوئی اہل ایمان اور اہل خیر اس ہوا کے سبب زمین پر باقی نہیں رہے گا۔

سوال......پھراس کے بعد کیا ہوگا۔؟

جواب......اس کے بعد حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا۔اور ملک میں اُن کی سلطنت ہوگی۔اوروہ حبشی خانہ کعبہ کومنہدم کردیں گے اور حج موقوف ہوجائے گا۔قرآن مجید کاغذوں سے اُٹھ جائے گا۔خداشناسی اورخوف آخرت آدمیوں کے دلوں سے محو ہوجائے گا۔حیااورشرم اُٹھ جائے گی۔آدمی گدھوں اورکتوں کی مانند راستوں میں جماع کریں گے۔آپس کے جور اورظلم سے شہر اور قصبات اُجڑ جائیں گے۔قحط اوروباء کاظہور ہوگا۔اسی اثناء میں ملک شام کے اندر کچھ ارزانی اورامن ہوگا۔تب سوداگراوراہل حرفہ وغیرہ گھروں کوچھوڑ کراونٹوں اوردوسری سواریوں پرسوار ہوکراس کثرت سے ملک شام کو چلے جائیں گے کہ کسی اونٹ پردوکسی پرتین کسی پرچاراورکسی پرپانچ آدمی سوار ہوں گے۔

(مشکوۃ شریف)

سوال......اس کے بعد کیا ہوگا۔؟

جواب......اس کے بعدمشرق کی طرف سے ایک آگ اُٹھے گی کہ لوگوں کوگھیرکرمحشر یعنی زمینِ ملک شام کی طرف لائے گی۔جب شام کے وقت لوگ ٹھہر جایا کریں گے توآگ بھی ٹھہر جایا کریگی۔جب آفتاب بلند ہوگاوہ آگ اُن کے پیچھے چلے گی جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جائیں گے۔وہ آگ غائب ہوجائے گی۔اس کے بعد پانچ چار برس تک لوگ خوب عیش وآرام کے ساتھ غفلت کے اندر بسر کریں گے۔اورشیطان لعین کے بہکانے سے خوب بُت پرستی ہونے لگے گی اورکوئی زمین پراللہ اللہ کہنے والانہ ہوگا۔کہ یکایک جمعہ کے دن کہ اُس روز عاشورہ ماہِ محرم کابھی ہوگاعلی الصباح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آئے گی۔لوگ متحیر ہوں گے کہ یہ کیاہے۔؟

سوال......یہ آواز کس چیز کی ہوگی؟

جواب...... یہ آواز صور کی ہوگی اور اسی کا نام نفخہ اولیٰ ہے۔پس یہ انتہائی علامت قیامت کی ہے۔

سوال......صُور کس کو کہتے ہیں؟

جواب......صُور ایک چیز ہے جو تری یا بگل کے مانند ہے۔حضرت اسرافیل علیہ السلام بحکم الٰہی اس کو اوّل مرتبہ زندوں کے مارنے اور ہلاک کرنے کے لئے پھونکیں گے پھر دوسری مرتبہ مردوں کے زندہ کرنے اور اٹھانے کے لئے پھونکیں گے۔اس دوسری پھونک کا نام نفخہ ثانیہ ہے۔

سوال......نفخہ اوّل اور نفخہ ثانیہ کے مابین کس قدر فصل ہوگا؟

جواب...... یہ سوال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہوا تھا۔جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس فرمائے ہیں۔میں کس طرح جزم کرکے کہہ دوں کہ چالیس سے چالیس دن مراد ہیں یا چالیس مہینے یا چالیس برس۔مگر ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضرور فرمایا:

مَابَیْنَ نَفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ ۔

یعنی مابین دونوں نفخوں کے مدت فصل چالیس ہے۔

سوال......پھر کیا ہوگا؟

جواب......لوگ بے ہوش ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَاھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ۔(پ۱۷ع۸)

اور دیکھے گا تو آدمیوں کو مست اور نہیں ہیں وہ مست ولیکن عذاب اللہ کا ہے سخت۔

پس دمبدم آواز بڑھتی جائے گی لوگ خوف اور دہشت کے سبب سے

جنگلوں میں نکل جائیں گے اور جنگلی وحشی جانور شہروں کی طرف آئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔(پ ۳۰ ع ۶)

اور جس وقت وحشی جانور ساتھ آدمیوں کے اکٹھے کئے جائیں گے۔

پھر سب جاندار مر جائیں گے۔ تب آواز صور کی اور زیادہ ہوگی پھر پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑنے شروع ہوں گے جیسا کہ فرمایا ہے:

وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔(پ ۳۰ ع ۲۶)

اور ہو جائیں گے پہاڑ مثل اُون دُھنی ہوئی کے۔

پھر آواز اور زیادہ تیز ہوگی تو آسمان پھٹ جائے گا اور تارے چاند سورج سب بے نور ہو جائیں گے اور زمین کشادہ ہو جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ○ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔

جس وقت آسمان پھٹ جائے اور اپنے رب کا حکم سنے اور اسے سزاوار ہی یہ ہے اور جس وقت زمین کشادہ کی جائے۔ جس وقت سورج لپٹا جائے اور جس وقت ستارے بے نور ہو جائیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ○ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ○ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۔

پس جب پھونکا جائے صور کے اندر پھونکنا ایک بار اور اٹھائی جائے زمین اور پہاڑ۔ پس توڑے جائیں توڑنا ایک بار پس اس دن ہو پڑے گی ہو پڑنے والی (قیامت)

غرض سب چیزیں جو ماسوائے اللہ ہیں۔ فانی ہو جائیں گی۔ اور اللہ کا فرمان سچا ہوگا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (پ۲۷ ع۱۲)
جو کوئی زمین کے اوپر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات پروردگار تیرے کی
۔کہ جو صاحب بزرگی اور صاحب انعام کا ہے۔

سوال ...... بعض کہتے ہیں کہ عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، صور، ارواح کو فنائیت طاری نہیں ہوگی۔ یہ کیونکر ہے۔؟

جواب ...... بے شک بعض علمائے اہل سنت کے نزدیک ان آٹھ چیزوں کو فنائیت لاحق نہیں ہوگی۔ مگر ارواح پر ایک قسم کی بے ہوشی طاری ہونے کے یہ علماء بھی قائل ہیں اور بعض علماء بدلیل کُلُّ شَیْئٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ یہ فرماتے ہیں کہ ان کو بھی ایک لحظہ کے لئے فنائیت طاری ہوگی اور سوائے ذات پاک اللہ تعالیٰ کے کوئی باقی نہیں رہے گا اس وقت ارشاد ہوگا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔
یعنی آج کس کا ملک ہے۔

پھر جب کوئی جواب نہیں دے گا تو خود ہی بہ نفسِ نفیس جواب فرمائیں گے۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔
یعنی ملک اللہ قہار کے لئے ہے۔



تیسری فصل

حشر کے بیان میں

سوال......سب سے پہلے حشر کس کا ہوگا۔؟

جواب......حضرت اسرافیل علیہ السلام کا۔ پس وہ زندہ ہوتے ہی دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے اول حاملانِ عرش۔ پھر جبریل۔ پھر میکائیل پھر عزرائیل علیہم السلام اُٹھیں گے پھر از سرِ نو زمین آسمان چاند سورج موجود ہوں گے پھر ایک مینہ برسے گا۔ جس سے مثل سبزہ کے زمین کا ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا ط اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔

جیسے شروع کی تھی ہم نے پیدائش دوبارہ کریں گے اُس کو۔ وعدہ ہے ہمارے ذمہ پر تحقیق ہم ہیں کرنے والے۔ (پ۱۷ع۷)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۔

اور پھونکا جائے گا صور کے اندر پس ناگہاں وہ قبروں سے طرف پروردگار اپنے کے دوڑیں گے۔ (پ۲۳ع۳)

سوال......زمین میں سب سے پہلے کون محشور ہوں گے۔؟

جواب......سب سے پہلے سید الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم محشور ہوں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ۔

یعنی میں پہلا ہوں اُن لوگوں کا کہ جن سے شق ہوگی قبر۔

سوال......آپ کے بعد کون محشور ہوں گے۔؟

جواب......حضرت عیسٰی علیہ السلام۔اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما درمیان حضرت خاتم النبیین و حضرت مسیح کے محشور ہوں گے۔بعد ازاں جابجا انبیاء اور صدیقین پھر شہداء اور صالحین بعد ازاں مومنین یہ کہتے ہوئے اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔(پ ۲۲ ع ۱۶)

شکر ہے اس اللہ کے لئے جو ہم سے رنج لے گیا۔تحقیق ہمارا رب بخشنے والا ہے اور قدر دان ہے۔

سوال......کفار کب اُٹھیں گے۔؟

جواب......مؤمنین کے بعد کفار یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔

يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۔(پ ۲۳ ع ۲)

اے افسوس! کس نے اٹھایا دیا ہم کو خواب گاہ ہماری سے۔

سوال......کیا سب لوگ ننگے اٹھائے جائیں گے۔؟

جواب...... ہاں ننگے اٹھائے جائیں گے۔مگر انبیاء اور اولیاء کی برہنگی خود اُن پر بھی ظاہر نہ ہوگی۔جیسا کہ مرقات میں ہے اور اگر کوئی اور بھی اس فضیحت سے بچنا چاہے تو اپنی زبان اور فرج کو ناشائستہ باتوں سے نگاہ رکھے جیسا کہ حدیث میں ہے:

كُفَّ لِسَانَكَ وَاحْفَظْ فَرْجَكَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَسْتُرُ عَوْرَتَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

اپنی زبان کو روک اور اپنی شرمگاہ کو نگاہ رکھ پس بے شک اللہ تیری ستر کو چھپائے گا قیامت کے دن۔

سوال......کیا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کشوف العورت مبعوث ہوں گے۔؟

جواب......بعض روایات کی رُو سے حضور مخصوص ہیں آپ اُسی کفن کے ساتھ مبعوث ہوں گے جس کے ساتھ مدفون ہوئے ہیں۔(اشعۃ اللمعات)

سوال......سب سے پہلے وہ حلّہ بہشتی کہ جو اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے رسولوں میں کس کو پہنایا جائے گا۔؟

جواب......حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔اور وہ سفید دو حلّے ہوں گے۔(متفق علیہ و دارمی)

سوال......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد پھر کس کو۔؟

جواب...... ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلیٰ اور افضل لباس پہنایا جائے گا۔

سوال......اس سے فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ثابت ہوتی ہے۔یہ کیا وجہ ہے۔؟

جواب......یہ فضیلت جزوی،کلی فضیلت پر ترجیح نہیں رکھتی ہے۔یہ اس کا بدل ہوگا کہ جو آتش نمرودی میں حضرت خلیل کو برہنہ کر کے ڈالا گیا تھا۔

(اشعۃ اللمعات)

سوال......سنا ہے کہ سب بے ختنہ کئے ہوئے محشور ہوں گے کیا یہ صحیح ہے۔؟

جواب......بے شک صحیح ہے۔

سوال ...... اندھے ۔کانے ،لولے لنگڑے اسی طرح اٹھائے جائیں گے یا صحیح الاعضاء ہوکر۔؟

جواب......صحیح الاعضاء ہوکر۔

سوال......جبکہ سب برہنہ اٹھائے جائیں گے تو ہر ایک کی نگاہ شرمگاہوں پر پڑے گی۔؟

جواب......شدتِ ہول سے سب کی نگاہ آسمان پر ہوگی۔ کوئی کسی کی شرمگاہ کی طرف ملتفت نہ ہوگا۔ اور نظر بھی پڑے گی تو داعیہ شہوت سے خالی جیسے بچوں کے اوپر پڑتی ہے۔ (ہکذافی رسالہ آثارِ قیامت)

سوال......کیا امتِ مرحومہ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کی امتیں ایک ہی جگہ ہوں گے؟

جواب......اول تو کل گروہ بنی آدم کے دو فریق ہوں گے۔ ایک فریق مسلمانوں کا دوسرا کافروں کا۔ پھر ہر ایک اپنے ہادیوں کے ساتھ چھٹے گا۔ ہر امت اپنے پیغمبر کے ساتھ ہوگی۔ اُمت مرحومہ اپنے شفیع المذنبین انیس الغریبین کے پاس جمع ہوگی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب آدمی جابجا قرار پکڑ لیں گے۔ اس وقت آفتاب نزدیک کیا جائے گا۔ ایک میل کے فاصلہ پر اور بجلی اور کڑک آسمان سے ہولناک سننے میں آئے گی۔ اور شدت گرمی آفتاب کے سبب ہر ایک کے پسینے جاری ہوں گے۔ بعض کے کفِ پاتر ہوں گے۔ اور بعض کے ٹخنہ۔ پنڈلی، زانو کمر اور گلے تک موافق اعمال کے تر ہوں گے۔ کفار کے منہ اور کان تک پسینا ہوگا۔ گویا منہ میں لگام پڑی ہوئی ہے اور تمام لوگ بھوک اور پیاس سے عاجز ہوں گے۔ اُس وقت یہ امت مرحومہ حوض کوثر کی طرف روانہ ہوگی۔ اور حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حوض سے اس امت کو پانی پلائیں گے۔

سوال ......کیا اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے جو اپنی اپنی امت کو اس وقت پانی پلائیں گے۔

جواب......ہاں ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا۔ اور ہر نبی کی امت کی علامت علیحدہ علیحدہ ہوگی جس سے وہ شناخت کریں گے۔ مگر ہمارے نبی الانبیاء کا حوض سب سے بڑا ہوگا۔ اور آپ کی اُمت کی علامت یہ ہوگی کہ وضو کے اندر جو اعضاء دھلتے ہیں وہ

بہت روشن ہوں گے۔ دوسرے درود خوانی کے سبب سے بھی شناخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی جائے گی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔

سوال......آپ کے حوض کا کیا نام ہے اور وہ کتنا بڑا ہوگا۔؟

جواب......آپ کے حوض کا نام کوثر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔(پ۳۰ ع۳۳)

اور اس کے دروازے ایک مہینے کی راہ کے ہوں گے۔ اُس کے کنارے برابر ہیں اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ خوشبو اس پانی کی مشک سے زیادہ ہے۔ اُس پر آبخورے ستاروں سے زیادہ ہیں۔ جو ایک بار اس کا پانی پی لے گا۔ پھر میدان حشر میں اس کو پیاس نہیں لگے گی۔

سوال......بعض علماء کہتے ہیں کہ حوض کوثر کا پانی پل صراط پر گذرنے کے بعد ملے گا یہ کیونکر ہے۔؟

جواب......شاید بعض کے حق میں ہو جو گنہگار رہوں گے۔ اسی طرح بعض کو دوزخ سے خلاصی پانے کے بعد جنت میں داخل ہونے سے پہلے ملے گا۔ مگر ظاہر یہی ہے کہ قبر سے اٹھتے ہی ملے گا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

چوتھی فصل

شفاعت کے بیان میں

سوال......شفاعتِ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی قسمیں ہیں۔؟
جواب......دس قسمیں ہیں۔اوّل شفاعت کبرٰی۔کہ جو تمام مخلوق کے حق میں ہوگی دوسرے ایک قوم کو بغیر حساب وکتاب کے بہشت میں داخل کرنے کے لئے۔ تیسرے اس قوم کے حق میں جن کے حسنات وسیئات برابر ہوں گے اور پھر بامداد شفاعتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں داخل ہوں گے۔ چوتھے اُس قوم کے حق میں جو مستوجبِ جہنم ہوجائے گی پھر آپ کی شفاعت سے بہشت میں جائے گی جہنم میں داخل نہ کی جائے گی۔ پانچویں درجات کی ترقی اور کرامت کی زیادتی کے لئے۔ چھٹے اُن لوگوں کے حق میں جو دوزخ میں بوجہ گناہ داخل کردیئے جائیں گے۔ اور پھر شفاعت کی وجہ سے نکالے جائیں گے اور یہ شفاعت مشترک ہے۔ درمیان تمام انبیاء اور ملائکہ اور علماء اور شہداء کے۔ ساتویں جنت کے کھلوانے میں۔ آٹھویں مُخلد فی النار کے حق میں برائے تخفیف عذاب۔ نویں اہل مدینہ کے لئے خاص، دسویں زائرین قبر شریف کے لئے بروجہ امتیاز واختصاص۔(اشعۃ اللمعات)

سوال......شفاعت کبرٰی کس کا نام ہے۔؟
جواب......شفاعتِ کبرٰی اس کا نام ہے کہ جب تمام مخلوق میدانِ حشر میں کھڑی کھڑی محنت اور شدت سے تنگ آجائے اس وقت تمام مخلوق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السلام تک سب کے پاس جائیں اور ہر ایک کو بارگاہِ الٰہی میں اپنے اوپر سے اس مصیبت کے دُور کرنے کا سفارشی بنائیں۔ اور جمیع انبیاء علیہم

السلام اس امر پر جرأت اور اقدام کرنے سے انکاری ہوں۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوں۔ اور آپ سے عرض کریں کہ آپ اللہ ہمارے واسطے جناب باری تعالیٰ میں شفاعت کریں تا کہ ہم اس ہول اور بلا سے نجات حاصل کریں۔ اس وقت حضور فرمائیں گے کہ ہاں میں ہوں آج اس کام کے لئے یہ حق شفاعت کبریٰ کا میرا ہی ہے۔ پس آپ جناب الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گے کہ حق تعالیٰ اُس دن تمام اہل محشر کے روبرو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو براق لے کر بھیجے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے روبرو براق پر سوار ہو کر آسمان کی طرف جائیں گے۔ اور ساری مخلوق کو آسمان میں ایک مکان نہایت وسیع نورانی نظر آئے گا۔ اس مکان کا نام مقام محمود ہے جس کے طلب کرنے پر امت اذان کے بعد مامور ہے۔ پس جب تمام اہل محشر آپ کا جانا اس مکان کے اندر دیکھیں گے تو سب زبان اپنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف اور ثناء کے اندر کھولیں گے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام میں تجلی ذات عرش پر نمودار ہوگی۔ بمجرد دیکھنے اس تجلی کے آپ سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور مدت سات رات دن تک سجدہ میں رہیں گے پس حق تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اپنا اٹھاؤ جو کچھ کہو گے سنوں گا میں اور جو کچھ چاہو گے دوں گا میں۔ اور اگر شفاعت کرو گے قبول کروں گا میں پس آپ سر مبارک اپنا اٹھا کر اس قدر ثنا اور حمد جناب باری عزاسمہٗ کی بیان فرمائیں گے کہ اولین و آخرین میں سے کسی نے اسقدر نہ کی ہوگی پھر بعد حمد و ثنا کے عرض کریں گے کہ الٰہی! دنیا میں جبریل علیہ السلام نے مجھ کو تیرا عہد پہنچایا تھا کہ آج جس چیز سے میں راضی اور خوش ہوں تو مجھ کو راضی اور خوش کرے گا۔

آج ایفائے عہد چاہتا ہوں۔ حکم ہوگا۔ جبریل نے سچ کہا۔ جبریل ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتا ہے۔ آج البتہ تم کو راضی کرتا ہوں۔ اور تمہاری شفاعت قبول

کرتا ہوں۔ پس جاؤتم اور میں بھی زمین میں تجلی کرتا ہوں۔ اور حساب بندوں کا لے کر ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دوں گا۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور مخلوق آپ سے سوال کرے گی۔ کہ پروردگار نے ہمارے حق میں کیا فرمایا آپ فرمائیں گے کہ حق تعالیٰ زمین پر تجلی فرماتا ہے اور حساب ہر ایک کا لے کر اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اس اثناء میں ایک نور عظیم الشان آسمان سے زمین پر ہولناک آواز کے ساتھ اترے گا۔ جب نزدیک پہنچے گا آواز تسبیح فرشتوں کی سُن کر دریافت کریں گے آیا پروردگار ہمارا اسی نور کے اندر ہے۔ فرشتے کہیں گے پاکی اور تنزیہہ حق تعالیٰ کو ہے ہم تو فرشتے آسمان دنیا کے ہیں۔ وہ اُتر کر دور جا کر زمین کے کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے پھر ایک نور اس سے زیادہ آواز پُر ہول کے ساتھ آسمان سے اُترے گا آدمی دریافت کریں گے کہ پروردگار ہمارا اسی نور میں ہے ۔فرشتے کہیں گے پاکی اور تنزیہہ خدائے تعالیٰ کو ہے۔ ہم تو فرشتے دوسرے آسمان کے ہیں۔ پس پہلے فرشتوں کے نزدیک یہ بھی جا کر کھڑے ہو جائیں گے غرض اس طرح ہر آسمان کے فرشتے اتریں گے اور ایک دوسرے سے باعظمت ہوں گے۔ بعد ان کے ملائکہ گرد عرش کے اتر کر نزدیک سب کے کھڑے ہوں گے پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ صور پھونکیں۔ پس اس آواز صور سے سب بیہوش ہو جائیں گے۔ پس حق تعالیٰ عرش پر تجلی فرما کر نزول فرمائے گا۔ اس عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اگلا حصہ اُس کا صحن بیت المقدس پر رکھ دیں گے ۔اس عرش کے نیچے اس دن سات گروہ کو جگہ ملے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ بادشاہ عادل کو، اور اس جوان کو جس نے اپنی جوانی عبادت الٰہی میں بسر کی ۔تیسرے اُس نمازی کو جس کا دل مسجد کے ساتھ معلق رہتا ہے۔ چوتھے اس رونے والے کو جو تنہائی میں شوق الٰہی اور خوف الٰہی سے رویا ہے۔ پانچویں ان دو مومنوں

کو جو خدا کے واسطے حاضر و غائب یکساں آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ چھٹے اس صدقہ دینے والے کو جو اللہ کی راہ میں چھپا کر دیتا ہے۔ ساتویں اُس کو جس کو صاحب جمال اور صاحب مال عورت نے بغرض فعل بد طلب کیا اور وہ خوف خدا سے باز رہا۔ جو بعض روایات میں علاوہ ان کے اور بھی آئے ہیں۔ جب سب اسباب سلطنت الٰہی کے جا بجا قرار پکڑ کے سراپردے عزت اور جلال کے عرش کے گرد چھوڑے جائیں گے اس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ پھر دوبارہ صور پھونکیں تا کہ آدمی بیہوشی سے آفاقہ میں آئیں۔ اس آفاقہ میں صور کی آواز کی تاثیر سے جو پردہ کہ عالمِ غیب اور شہادت کے اندر حائل تھا۔ وہ شق ہو جائے گا۔ پھر آدمی فرشتوں جنوں اور اعمال واقوال اور اعتقاد کی صورتوں اور بہشت دوزخ عرش اور تجلی جناب باری عزاسمہٗ کو معائنہ کرے گا اُس وقت سورج اور چاند کی روشنی بے کار ہوگی۔ زمین اور آسمان ظاہر اور باطن نورِ حق تعالیٰ سے روشن ہوگا۔

سوال...... سب سے اول آفاقہ اُس حالت سے کس کو ہوگا۔؟

جواب...... ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔

سوال...... پھر کیا ہوگا۔؟

جواب...... فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تمام بندوں کو خاموش کرو۔ جب سب خاموش ہو جائیں گے۔ اس وقت حق تعالیٰ کا کلام بندوں کے ساتھ ہوگا۔ کہ اے بندو! آدم کے وقت سے آخر دنیا تک رات دن بُری بھلی باتیں تم کہتے تھے اور میں سنتا تھا اور میرے فرشتے لکھتے تھے۔ اب تم ایک بات میری سنو کہ آج تم پر ظلم نہیں ہے۔ اعمال تمہارے تم کو دکھائے جاتے ہیں۔ اور بدلہ ان کا تم کو پہنچتا ہے۔ اگر بھلائی پاؤ شکر الٰہی بجالاؤ اور اگر برائی پاؤ اپنی پس ملامت نہ کرو۔ مگر اپنے کو پھر حکم ہوگا کہ جنت اور دوزخ کو حاضر کرو تا کہ بندے دونوں کی حقیقت معائنہ کریں۔ پس بہشت

اور دوزخ حاضر ہوں گے اُس وقت تمام اعمال صورتوں کے ساتھ حاضر ہوں گے ۔نماز کہے گی الٰہی ! میں حاضر ہوں ۔اور روزہ کہے گا یااللہ ! میں حاضر ہوں ۔اسی طرح زکوٰۃ، حج، جہاد، تلاوت قرآن وذکر وغیرہ وغیرہ ہر ایک کو حکم ہوگا کہ تم نیکی ہو۔ بجائے اپنے رہو کہ کام آئے بعد اعمال کے اسلام آئے گا اور کہے گا ۔الٰہی ! تو سلام ہے اور میں اسلام ۔حکم ہوگا۔ حاضر رہ اور نزدیک رہ کہ آج تیری وجہ سے مواخذہ کرتا ہوں ۔اور تیرے سبب سے درگزر کرتا ہوں ۔شاید مراد اسلام سے مضمون کلمہ طیبہ کا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

سوال......پھر کیا حکم ہوگا؟

جواب......ملائکہ کو حکم ہوگا کہ اعمال کے صحیفے ہر ایک کے نکالیں تا کہ ان کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں اور خطانہ کریں۔

اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ كِتَابًا یَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا ط اِقْرَاْ كِتَابَكَ ط كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا۔(پ ۱۵ ع ۲)

لگایا ہم نے اس کو عمل نامہ بیچ گردن اس کی کے اور نکالیں گے ہم واسطے اُن کے دن قیامت کے ایک کتاب کہ دیکھے گا اُس کو کھلا ہوا۔ پڑھ کتاب اپنی کو۔ کافی ہے نفس تیرا آج کے دِن اُوپر تیرے حساب لینے والا۔

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

پانچویں فصل

اعمال نامے اور اُس کے تَو لے جانے اور ہر ایک سے سوال کرنے کے بیان میں

سوال......اعمال نامہ کس کا نام ہے۔؟

جواب......اس صحیفے کا نام ہے جس کو فرشتے دنیا میں بندہ کی زندگی کے اندر نیک یا بد کام کرنے کی حالت میں لکھ لیا کرتے ہیں۔

سوال......یہ کتنے فرشتے ہیں۔؟

جواب......دو فرشتے ہیں۔ جو ہر ایک انسان کے دونوں کندھوں پر مامور ہیں ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ داہنے کندھے پر نیکی لکھنے والا مامور ہے۔ اور بائیں کندھے پر بدی لکھنے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ داہنے شانے کا فرشتہ ایک نیکی کی جگہ دس نیکیاں لکھتا ہے۔ اور بائیں شانے کا فرشتہ بندہ مومن کی بدی کرتے وقت داہنے شانے کے فرشتے سے پوچھتا ہے کہ لکھوں؟ وہ کہتا ہے کہ ٹھہر جا شاید توبہ کرلے۔ اسی طرح تین بار دریافت کرتا ہے۔ اور وہ روکتا ہے۔ جب بندہ توبہ نہیں کرتا تو وہ ایک ہی بدی لکھ لیتا ہے۔

سوال...... یہ دو ہی فرشتے ہیں کہ جو سب آدمیوں کے اعمال کی کتابت کرتے ہیں یا ایک جماعت ہے جس میں سے ہر ایک آدمی پر دو دو متعین ہیں۔؟

جواب......کراماً کاتبین فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے۔ جس میں سے ہر ایک انسان پر دو دو مامور ہیں۔

سوال……قیامت کے دن مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ان اعمال ناموں میں کیا فرق ہوگا۔؟

جواب……یہ فرق ہوگا کہ مسلمانوں کے داہنے ہاتھ میں سامنے سے دیئے جائیں گے اور کافروں کے بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے دیئے جائیں گے جیسا کہ ان آیات میں ذکر ہے:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ ۔

پس جو کوئی دیا گیا اپنا اعمال نامہ اپنے داہنے ہاتھ میں ۔اور جو کوئی دیا گیا اپنا نامۂ اعمال اپنے بائیں ہاتھ میں ۔(پ۲۹ع۵)

سوال……سنا ہے کہ قیامت کے دن میزان ہوگی جس میں یہ اعمال نامے تولے جائیں گے کیا یہ صحیح ہے۔؟

جواب……بے شک صحیح ہے اور حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا وَكَفٰی بِنَا حَاسِبِیْنَ ۔(پ۱۷ع۴)

یعنی رکھیں گے ہم ترازو میں عدل کے دن قیامت کے ۔پس نہ ظلم کیا جائے گا۔کوئی جی کچھ۔اور اگر ہو جائے گا عمل آدمی کا ایک دانہ رائی کے برابر۔لے آئیں گے ہم اس کو اور کافی ہیں ہم حساب لینے والے۔

سوال……کیا یہ میزان ایسی ہی ہوگی جیسے دنیا میں ہوتی ہے جن کے دونوں طرف پلے ہوتے ہیں اور بیچ میں اٹھانے کی چوٹی ہوتی ہے۔؟

جواب……تحقیق یہی ہے کہ وہ میزان حقیقی ہے۔اس کے دو پلے۔اور چوٹی بھی ہے محسوس اور مشاہد ہر پلہ بمقدار آسمان اور زمین کے ہے۔جیسا کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ایک پلہ میزان میں زمین آسمان اور جو کچھ اس کے اندر

ہے رکھ دیا جائے تو سما جائے۔ (تکمیل الایمان)

سوال...... معتزلہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو وزن اور میزان کا ذکر ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس میں ذرا فرق نہ ہوگا۔ اس بیان سے دراصل ترازو مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اعمال ایسی چیز نہیں ہیں جن کا جسم ہو اور وزن کے لئے جسم کا ہونا از روئے عقل ضروری ہے۔ دوسرے جب کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے تو پھر وزن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب بھی عطا ہو جائے۔ تاکہ شبہ رفع ہو جائے۔؟

جواب...... پہلے اعتراض کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اعمال کا وزن نہیں ہوگا بلکہ ان صحیفوں کا وزن ہوگا جن میں اعمال درج ہیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ جس کو ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِیْ کِفَّۃٍ وَّ الْبِطَاقَۃُ فِیْ کِفَّۃٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَۃُ ۔

یعنی رکھے جائیں گے اعمال کے طومار ایک پلڑے میں۔ اور ایک پرچۂ کاغذ دوسرے پلڑے میں، ہلکے ہوں گے وہ طومار اور بھاری ہوگا یہ پرچۂ کاغذ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس پر کہ ان کو متشکل کر دے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ کہ کل اعمال صورت پکڑ کر آئیں گے۔ پس حسنات کی اجسام نورانی کر دیئے جائیں گے۔ اور سیئات کی ظلمانی۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا علم سب باتوں کو محیط ہے۔ لیکن اس کے ضمن میں حکمتیں بھی ہیں۔ اعمال کا وزن کرنا اپنی واقفیت کے لئے نہیں ہوگا بلکہ بہ مقتضائے حکمت بندوں پر حجت تمام کرنے کی غرض سے ہوگا۔

سوال...... لفظ موازین سے بہت سے ترازو ... میں یہ کیونکر ہے۔؟

جواب......وجہ تعدادعلماء نے یہ لکھی ہے کہ ہر امت کی میزان علیحدہ ہوگی۔یا ہر بندہ کی علیحدہ یا ہر نوع عمل کی علیحدہ۔غرض مومن کو لازم ہے کہ وزن اور میزان کی کیفیت کو اللہ پاک کے سپرد کرے اور عقل کی حیلہ گری کے ساتھ لغزش نہ کرے جو کچھ خدا اور رسول نے فرمایا اس پر ایمان لائے۔

سوال......مقصود کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب......حساب پس جب کتاب حق ہے تو حساب بھی حق ہے (تکمیل الایمان)

سوال......سوال کے کیا معنی ہیں اور یہاں ایمانیات میں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب......سوال کے معنی پوچھنے کے ہیں اور یہاں بندے کے نیک و بد کام کا حساب کرنے سے مراد ہے تاکہ خود اس کام کے کرنے والے پر حجت ہو۔اور دوسرے بندوں پر اچھے عمل کرنے والوں کی شرافت اور عظمت ظاہر ہو۔اور برے عمل کرنے والوں کی فضیحت اور رسوائی ہو۔

سوال......سب سے پہلے کس سے سوال ہوگا؟

جواب......لوح سے۔پھر جبریل علیہ السلام سے۔پھر سارے پیغمبروں سے۔

سوال......لوح سے کیا سوال ہوگا؟

جواب......یہ سوال ہوگا تو نے جبریل کو تبلیغ علم کردی اس پر گواہ کون ہے۔وہ عرض کرے گی کہ خداوندا اس بات پر گواہ اسرافیل ہے۔اسرافیل حاضر ہوں گے۔اس روز عظمت اور ہیبت سوال اور کبریائے ذوالجلال سے لرزہ سب کے بدن پر ہوگا۔پھر جبریل علیہ السلام سے سوال ہوگا۔

سوال......جبریل علیہ السلام سے کیا سوال ہوگا؟

جواب......ان سے بھی تبلیغ وحی کا سوال ہوگا۔کہ تم نے امانتِ وحی کو پیغمبروں کے پاس پہنچا دیا۔پھر پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا۔اور ان سے بھی تبلیغ وحی اور ادائے امانت

رسالت کا سوال ہوگا۔

سوال......اس کے بعد کس سے سوال ہوگا۔؟

جواب......کافروں سے۔توحیداور شرک کے بارے میں سوال ہوگا۔

سوال......پھر یہ کیا جواب دیں گے۔؟

جواب......سب انکاری ہوں گے۔اور پیغمبروں کی تکذیب کریں گے۔اس پر ان کے ہاتھ اور پاؤں بحکم الٰہی ان کے شرک اور کفر پر گواہی دیں گے۔جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔(پ۲۳ع۴)

مہر کردیں گے ہم ان کے منہ پر اوران کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اوران کے پاؤں گواہی دیں گے۔اُس چیز کے ساتھ کہ جو کچھ وہ کرتے تھے۔

اور ہر پیغمبر اپنی تصدیق رسالت اور تکذیب اپنی امت پر امت مرحومہ خاتم النبیین کو گواہی میں پیش کریں گے اور امتِ مرحومہ کی گواہی پر گواہی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔(پ۲ع۱)

اوراسی طرح اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے تم کو بنایا ہے۔امت متوسط۔تاکہ ہوتم گواہ لوگوں پر اور ہے رسول تم پر گواہ۔

سوال......مسلمانوں سے کیا سوال ہوگا۔؟

جواب......عبادات اور معاملات کا سوال ہوگا۔

سوال......عبادات میں سب سے پہلے کونسی عبادت کا سوال ہوگا۔؟

جواب......نماز کا۔

سوال......معاملات میں سب سے پہلے کس کا سوال ہوگا؟

جواب......خون ناحق کا۔

سوال......بعد حساب وکتاب اور وزن اعمال کے پھر کیا حکم ہوگا؟

جواب......سب کو پل صراط سے گزرنے کا حکم ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا۔

یعنی نہیں ہے تم میں سے مگر وارد ہونے والا اُس پر۔

سوال......پل صراط کیا چیز ہے؟

جواب......ایک پل ہے جو دوزخ کی پشت پر قیامت کے دن رکھا جائے گا بال سے باریک تر۔ اور تلوار سے تیز تر۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن آگ پر سے گزرے گا تو آگ پکارے گی:

جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَا لَھَبِیْ۔

جلدی گزر اے مومن تحقیق تیرے نور نے میری لپٹوں کو بجھا دیا۔

سوال......معتزلہ کہتے ہیں کہ جب پل صراط بال سے باریک تر ہے تو اس پر سے گزر مخلوق کس طرح کر سکے گی۔ اور اگر گزر بھی کر سکی تو بڑی مصیبت ہوگی۔ جو مؤمنوں کے واسطے موجب عذاب کا ہے۔ حالانکہ قیامت کے دن مسلمانوں پر عذاب نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب......خدائے تعالیٰ قادر و توانا ہے اور اس کے نزدیک مسلمانوں کو اس پل پر سے آسانی کیساتھ عبور کرا دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ غرض یہ فرقہ عقل کی پابندی کے ساتھ ہر ایک دین کی بات کا جو ان کی رائے ناقص میں نہ آئے منکر ہو گیا ہے۔

چھٹی فصل

دوزخ کے بیان میں

سوال......دوزخ کس کا نام ہے۔؟

جواب......دوزخ اُس جگہ کا نام ہے کہ جہاں شان جلالی کا پورا پورا ظہور ہے اور اس میں اقسام اقسام اور انواع انواع کے عذاب ہیں۔غرض بہت بری جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرِ۔اِذَا اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ۔

جن لوگوں نے کہ اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے۔اُن کو جہنم کا عذاب ہے اور کیا بُری جگہ ہے جہنم۔جب ڈالے جائیں گے جہنم میں تو جہنم کا شور سنیں گے۔اور دوزخ جوش مارتی ہوگی۔قریب ہے کہ پھٹ پڑے گی غصہ کے مارے۔(پ۲۹ع۱)

سوال......اس میں کون داخل ہوں گے۔؟

جواب......کفار اور بعض مسلمان گنہگار۔لیکن مسلمان گنہگار بقدر گناہ عذاب پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔برخلاف کفار کے کہ وہ ہمیشہ وہاں ہی رہیں گے۔کبھی اُن کو نجات نہیں ملے گی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا۔

تحقیق کافر جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

سوال......دوزخ کے طبقات کتنے ہیں۔؟

جواب......سات ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ جہنم، لظیٰ، حطمہ۔ سعیر۔ سقر۔ جحیم۔ ہاویہ ۔ ہرایک میں طرح طرح کے عذاب کم وبیش ہوں گے۔ ہر گروہ کافروں کا موافق اپنے کفر اور گناہ کے ان میں جدا جدا داخل کیا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۔(پ۱۴ع۳)

اور تحقیق جہنم البتہ وعدہ کی گئی ہے سب کافروں کے لئے اس کے دروازے یعنی طبقے سات ہیں۔ ہرایک دروازے کے لئے ان میں سے حصہ بٹا ہوا ہے۔

سب سے نیچے کا طبقہ جس میں سب سے زیادہ دردناک عذاب ہوگا وہ منافقین کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔(پ۵ع۱۸)

تحقیق منافقین سب سے نیچے کے طبقے میں ہیں آگ سے۔

سوال......دوزخ میں کیا کیا عذاب ہوں گے۔؟

جواب......جلنا۔ کٹنا۔ پھٹنا۔ کانٹوں کا چبھنا۔ جرموں کا چاک ہونا۔ غم اور حسرت اور نا اُمیدی کا ہونا۔ بھوک اور پیاس سے تڑپنا۔ چیخنا۔ چلانا۔ زقوم کھانے کو ملنا۔ پیپ اور گرم پانی پینے کو ملنا۔ سانپ اور بچھو کا کاٹنا۔ جلی بھنی کھالوں کا بدلنا۔ نئے گوشت پر کھیوں کا بیٹھنا۔ آگ کا مکان۔ آگ کا ہی فرش۔ گندھک کا لباس۔ آگ کا ہی طوق۔ آگ ہی کی زنجیر۔ غرض انواع انواع کے عذاب ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث میں بکثرت ان کا ذکر ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ يَامُجِيْرُ۔

سوال......دوزخ اب مخلوق اور موجود ہے۔ یا قیامت کے دن مخلوق اور موجود ہوگی۔؟

جواب......اب مخلوق اور موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۔(پ۱ ع۳)

پس ڈرو تم اُس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے واسطے۔

سوال......بعض کہتے ہیں کہ قران کا طرز بیان ہے کہ آئندہ کی باتوں کا جو یقینی ہونے والی ہیں۔ ماضی کے صیغوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ جو اُن کے قطعی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ بس یہاں بھی اُعِدَّتْ کے معنی سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ دوزخ جنت تیار ہو چکیں۔ یعنی اب بالفعل موجود ہیں بلکہ تیار ہونے والی ہیں۔ جو قیامت میں قطعی موجود ہوں گی۔ اس کا کیا جواب ہے۔؟

جواب......اس کا یہ جواب ہے کہ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ اور اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ کے جو الفاظ صفت نار اور جنت میں وارد ہیں اُن کے حقیقی معنی اور متبادر معنی یہی ہیں کہ وہ تیار ہو چکیں ہیں اور یہ معنی کہ وہ تیار ہونے والی ہیں۔ معنی مجازی ہیں اور مجازی معنی کا استعمال بغیر کسی قرینہ کے نہیں ہوتا۔ یہاں کونسا قرینہ اختیار معنی حقیقی کا مانع اور معنی مجازی کا مرجح ہے کہ جو معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی بلاوجہ لئے جائیں۔

سوال......اہل سنت کے پاس دوزخ جنت کی اب موجود ہونے کی دلیل سوائے اس آیت کے اور بھی ہے یا نہیں۔؟

جواب......قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کہ جو قرآن میں ہے اس پر دلیل واضح ہے۔ دوسرے معراج کی احادیث موجود ہیں۔ کہ جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ اور جنت کا دیکھنا فرمایا ہے غرض اہل سنت کے نزدیک جنت اور دوزخ اب موجود ہیں۔ اور یہ قیامت کے دن موجود ہونے کا مذہب معتزلوں کا مذہب ہے۔ اہل سنت کو اس پر التفات نہیں کرنا چاہیے۔

سوال......دوزخی دوزخ میں کس شکل پر ڈالے جائیں گے۔؟

جواب......دوزخیوں کی شکلیں مسخ کرکے اوندھے سر کے بل دوزخ میں ڈالے جائیں گے کسی کی شکل کتے کی ہوگی۔ کسی کی بھیڑیے کی۔ کسی کی سانپ کی۔ کسی کی بندر کی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ۔

سوال......طبقاتِ دوزخ کا اگرچہ جناب نے بیان فرمادیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ کونسا طبقہ کس گروہ کے لئے مقرر ہے۔؟

جواب......جہنم دہریوں کے لئے۔ لظٰی مجوسیوں اور مشرکانِ عرب کے لئے۔ حطمہ براہمہ کے لئے۔ سعیر صلیبیوں کے لئے۔ سقر گبروں کے لئے۔ جحیم مشرکوں کے لئے۔ ہاویہ منافقوں کے لئے۔ (تفسیر حسینی)

سوال...... یہ نہیں معلوم ہوا کہ مسلمان گنہگار مستحق دوزخ کون سے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔؟

جواب......حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جو اہل سنت کے عقائد میں امام ہیں فرماتے ہیں کہ ان کے لئے کوئی طبقہ مقرر نہیں ہوگا۔ بوجہ اس کے کہ ان کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا نہیں ہے۔ (تفسیر حسینی)

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ساتویں فصل

جنت کے بیان میں

سوال...... جنت کس کا نام ہے۔؟

جواب...... جنت اُس جگہ کا نام ہے، جہاں شانِ جمالی کا پور پورا ظہور ہے اس میں اقسام اقسام انواع انواع کی نعمتیں موجود ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِيْهَا مَاتَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ۔

یعنی جنت میں وہ چیزیں ہیں کہ جن کے لئے دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی۔ (پ۲۵ ع۱۳)

سوال...... اس میں کون داخل ہوں گے۔؟

جواب...... مسلمان ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ (پ۱۶ ع۳)

تحقیق وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کے لئے جنت الفردوس ہے مہمانی کی جگہ، ہمیشہ اس کے اندر رہیں گے۔ نہیں چاہیں گے بدلنا اُس جگہ کو۔

سوال...... جنتیں کتنی ہیں۔؟

جواب...... آٹھ ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ الماویٰ۔ جنت نعیم۔ جنت العدن۔ جنت الفردوس۔ دارالسلام۔ دارالخلد۔ دارالقرار۔ دارالجلال۔ یہ دیدارِ الٰہی کے واسطے ہے۔

(تفسیر اسرار الفاتحہ)

سوال...... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کا کیا نام ہے۔؟

جواب...... وسیلہ ہے یہ درجہ اعلیٰ ترین درجوں کا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی درجہ اعلیٰ ترین جنت کے اندر نہیں رکھا گیا ہے۔ (صحیحین)

سوال...... دوزخ اور جنت کی حقیقت کیا ہے۔؟

جواب...... اس میں اختلاف ہے۔ بعض روحانی کہتے ہیں۔ بعض جسمانی کہتے ہیں۔ مگر یہ نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ جو جسمانی کہتے ہیں۔ وہ بھی ایسا جسم نہیں کہتے جو قابلِ فنا اور تغیر ہو۔ بلکہ ایسا جسم کہتے ہیں کہ جن کو روح سے تعبیر کرتے ہیں۔

سوال...... جنت میں جنتیوں کو کیا کیا نعمتیں ملیں گی۔؟

جواب...... باغ ملیں گے۔ عمدہ عمدہ مکانات ملیں گے۔ حور اور غلمان اور تختِ رواں ملیں گے زیور اور نفیس کپڑے۔ غرض کہ وہ وہ نعمتیں ملیں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں اور کسی کان نے سنی نہیں اور کسی دل میں خیال تک نہیں گذرا۔

سوال...... جنت کے باغ کیسے ہوں گے۔؟

جواب...... گنجان درختوں کے باغ چار دیواری کھچی ہوئی ہوں گی۔ جن میں انواع انواع میوے ہوں گے۔ اور باوجود اس کے ایسے باشعور ہوں گے کہ جس وقت بہشتی کسی میوہ کو رغبت سے دیکھے گا فوراً شاخ اُس میوہ کی خود بخود مائل اس کی طرف ہوجائے گی۔ تاکہ وہ بلا مشقت تناول کرے۔ درختوں کے نیچے سے چار قسم کی نہریں جاری ہوں گی۔ ایک نہر ٹھنڈی اور شیریں ہلکے پانی کی۔ دوسری ایسے دودھ کی جو کبھی خراب ہی نہ ہو۔ تیسرے شراب کی جو خوش رنگ اور فرحت انگیز ہوگی۔ چوتھی شہد خالص کی۔ سوائے ان کے چشمے اور ہوں گے جن کے یہ نام ہیں کافور۔ زنجبیل۔ تسنیم۔ یہ چشمے کمال لطافت سے مقربوں کے گھروں میں جاری ہوں گے۔ ان سرچشموں کے حوض ہوں گے۔ اور اصحاب یمین کو جو ان سے کم رتبہ کے ہیں۔ ان کو ان سرچشموں

میں سے شیشہ سر بمہر مرحمت ہوں گے مثل گلاب یا بید مشک کے۔اور دیدار الٰہی کے وقت شراب طہور ملا کرے گی۔ جو سب سے افضل اور اشرف ہے۔

سوال...... جنت کے مکان کیسے ہوں گے۔؟

جواب...... سونے چاندی کی اینٹوں اور جواہرات سے بنے ہوئے ہوں گے جن میں قُبّے اور برجین اور بنگلے ایک ایک موتی اور یاقوت اور زمرد اور بلور اور جواہر رنگ برنگ کے ہوں گے۔ جن کی دیواروں کی بلندی ساٹھ ساٹھ میل کی ہوگی اور اسی قدر چوڑائی اور ہر گوشوں میں ان گھروں کے حور و غلمان خدم حشم ہوں گے۔

سوال...... حوریں جنت کی کیسی ہوں گی۔؟

جواب...... نہایت حسین اور خوبصورت پاکیزہ جن کو کسی نے نہیں چھوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ۔

یعنی بیچ اس کے ہیں نیچی آنکھوں والی حوریں۔نہیں نزدیک ہوا ان کے انسان پہلے ان سے اور نہ جن۔ (پ ۲۷ع ۱۳)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کی طرف جھانکے۔تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے۔

سوال...... تختِ رواں کیسے ہوں گے۔؟

جواب...... اونچے اونچے ہوں گے اور جب بیٹھنے کا قصد کیا جائے گا۔تو جھک کر بٹھالیں گے اور روانگی کی تیزی ایسی ہوگی کہ ایک ساعت ایک مہینے کا راستہ قطع کیا کریں گے

سوال...... جنتیوں کی عمر جنت میں داخل ہونے کے وقت کیا ہوگی۔؟

جواب......تیس برس کی ہوگی۔خواہ عورت ہو یا مرد اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ عورتوں کی عمر سترہ اور اٹھارہ سال کی ہوگی۔اور مردوں کی تیس سال کی۔

(تفسیر عزیزی)

سوال......جب غذائیں کھائیں گے تو ہضم کے بعد دفع فضلات کی کیا صورت ہوگی۔اور مجامعت کے بعد کیا صورت۔؟

جواب......عرق معطر اور آروغ معطر کے ساتھ تو کھانا ہضم ہوگا۔اور ریح معطر کے ساتھ انزال ہوگا۔غرض وہاں کی روحانی لذتوں کو یہاں کی لذات فانیہ سے کوئی شبیہ نہیں۔وہاں کی چیزوں پر تعبیر کر کے غلط فہمیوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔جیسے کہ بدمذہبوں کی صحبت میں بیٹھ کر شبہات طاری ہوتے ہیں۔کہ وہاں موتی اور یاقوت کہاں ہوں گے۔جب کہ سب پہاڑ اور دریا اس عالم کے فنا ہو جائیں گے۔اور اتنا نہیں جانتے کہ اُس عالم کے موتی اور جواہرات یا سونا چاندی کا ذکر ہے نہ اس عالم کے پس شراکت اسمی کے سوا اور کوئی مناسبت یہاں کی اشیاء کو وہاں کی اشیاء سے نہیں ہے۔بلکہ ان چیزوں کے علاوہ اور بھی ایسی چیزیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اُن کا خیال گذرا۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنَا جَنَّۃَ الْفِرْدَوْسِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔



آٹھویں فصل

دیدارِ الٰہی کے بیان میں

سوال......کیا دیدارِ الٰہی جنت میں مردوں اور عورتوں سب کو ہوگا۔؟
جواب......سب کو ہوگا۔ کیونکہ دیدارِ الٰہی فی نفسہٖ ممکن ہے۔کوئی دلیل اس کی محال ہونے پر نہیں ہے۔ پس جن آیات اور احادیث میں اس کی صراحت ہے اس کے ظاہری معنی ہی لئے جائیں گے۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔(پ۲۹ ع۱۷)

اور کتنے منہ اس دن تازے ہیں طرف پروردگار اپنے کے دیکھنے والے ہیں۔
یعنی بہت سے لوگ قیامت کو شاد اور خرم ہوں گے۔اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔صحیحین میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عَيَانًا ۔

یعنی قریب ہے کہ تم دیکھو گے اپنے رب کو کھلم کھلا (ان آنکھوں سے)
الغرض اس بات میں جس قدر آیات اور احادیث ہیں سب کے ظاہری معنی مراد ہیں ۔اس مسئلہ میں سب بدعتی فرقے اہل سنت کے مخالف ہیں۔اور واہی تباہی عقلی دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ دیدارِ الٰہی محال ہے۔کرامیہ اور مجسمہ فرقہ جسم کے ساتھ دیدارِ الٰہی ثابت کرتے ہیں تو اہل سنت کے یہ بھی خلاف ہوئے۔ کیونکہ اہل سنت بھی ایسا دیدارِ الٰہی جائز نہیں جانتے۔کلام اس چیز کے دیکھنے میں ہے کہ نہ وہ جسم ہے نہ جزءِ جسم نہ وہ رنگین ہے نہ وہ روشن ہے اور اس کلام کے سننے میں ہے کہ جو نہ آواز ہے نہ حرف ہے۔ جسے کلامِ نفسی کہتے ہیں۔سو اہل سنت ان کو جائز جانتے ہیں اور تمام فرقے ضالہ اس کو جائز نہیں جانتے دلائل ہر ایک کے بڑی بڑی کتابوں میں درج

ہیں۔

سوال...... عقلی دلائل سے تو ہم کو کام نہیں مگر ہاں نقلی دلائل ایک دو مخالفین اہل سنت کے بیان کر کے ان کے جواب بھی بتلائے جائیں۔ تا کہ ہم لوگوں کو کسی وقت میں تذبذب پیدا نہ ہو۔؟

جواب...... دلائل نقلی میں سے دو دلیلیں اُن کے نزدیک بڑی قوی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ۔(پ۷ع۱۹)

یعنی اُس کو آنکھیں دریافت نہیں کر سکتیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اسی رویت کے سوال کے جواب میں یہ ارشاد ہوا لَنْ تَرَانِیْ (یعنی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) سو ان کی دلیل اول کا جواب یہ ہے کہ ابصار میں جو الف لام ہے وہ استغراقی نہیں ہے جس کے یہ معنی ہوں کہ کل ابصار اس کو نہیں دریافت کر سکتیں۔ بلکہ یہ معنی ہوئے کہ بعض دریافت کر سکتیں ہیں۔ دوسرے ادراک بالکل احاطہ کر لینے سے مراد ہے اور آیت شریفہ میں اسی کی نفی ہے نہ یہ کہ کسی وجہ پر بھی بصر اس کو دریافت نہیں کر سکتی۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لَنْ تَرَانِیْ فرمایا لَنْ اُرٰی نہیں فرمایا۔ یعنی یوں فرمایا کہ اے موسیٰ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ میں دکھائی نہیں سکتا دوسرے اگر دیدار الٰہی غیر ممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی فضول سوال ہی نہیں کرتے۔ اس سوال سے ثابت ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے اور یہی مدعا اہل سنت ہے سنیوں کو اپنے رب سے بڑی بڑی امیدیں ہیں کہ جس کے یہ قائل ہیں۔

سوال اللہ پاک کا خواب میں بھی دیکھنا ممکن ہے یا نہیں۔؟

جواب ممکن ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام احمد بن حنبل

وملا جلال الدین سیوطی وغیرہ اکابر امت سے منقول ہے۔اس کا تو معتزلہ بھی انکار نہیں کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہ مشاہدہ ہے نہ رویت بصری۔اسی واسطے علماء کا اتفاق ہے۔کہ جو کوئی دنیا میں اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے بجز انبیاء علیہم السلام کے۔خلاف خواب کے کہ خواب میں دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔الٰہی بہ طفیل حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دیدار سے مؤلف رسالہ اور اس کے سچے دل سے پڑھنے والوں کو مشرف فرمائیو۔آمین ثم آمین .

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَزِيْنَةِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَحْفَادِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔




اپنے عقائد مزید پختہ کرنے کے لیے
ان کتابوں سے استفادہ کیجئے۔
کتاب العقائد
نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ
تصحیح العقائد
عبدالحامد بدایونی
عقائد و مسائل
مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ
شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ
رشد الایمان
مولانا عبدالرشید قادری رحمۃ اللہ
عقائد و نظریات
علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ
برائے رابطہ
حافظ محمد داؤد صابر چترالوی
امام و خطیب جامع مسجد غوثیہ گمٹی بازار، لاہور
نظامیہ کتاب گھر الامور
0301-4377868